تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان

نظام خلافت راشدہ کا داعی

جلد 31 شمارہ 3 جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مارچ 2018ء

ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور

جاری کردہ

قائد اہل سنت وکیل صحابہ ترجمان شریعت وطریقت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین

بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

زیر نگرانی

جانشین قائد اہل سنت

قاضی محمد ظہور الحسین اظہر

امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

جلد 31 شمارہ 3 - جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ، مارچ 2018ء

قاضی طاہر حسین جرار صاحب 0333-5783036

برائے رابطہ خط و کتابت کا پتہ
دفتر ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم
متصل جامع مسجد میاں برکت علی المدینہ بازار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

0322-4135093
0302-4166462
042-37427872

پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

پاکستان 'پرامن' فلاحی ریاست کیسے بنے گا؟

اسلام دین فطرت ہے اور امت مسلمہ کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ دینی ہوں یا دنیاوی۔ انفرادی ہو یا اجتماعی۔ اور مسلمانوں کی سیاست دین کے تابع ہے۔

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

سیاست نام ہے تدبیر منزلت کا یعنی عوام کے رہن سہن اور فلاح و بہبود کے منصوبے بنانا۔ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ دوسرا نبی بھیج دیتے لیکن ہمارے آقا سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت کا تاج پہنایا آپ کے بعد قیامت تک کسی بھی فرد بشر کو نبوت نہیں ملے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فیض یافتہ جنتی جماعت صحابہ کرام کے ذریعہ اپنے دور رسالت میں حکومت الٰہیہ قائم فرمائی۔ لیکن آپ کے بعد چونکہ سلسلہ نبوت ختم ہے اور آفتاب رسالت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا فیضان نبوت ہی قیامت تک کے لیے کافی ہے۔ دین اسلام کی تکمیل بھی ہو چکی ہے اور قرآن کریم بھی قیامت تک کی ہدایت کے لیے ہے اس لیے حضور کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ ہی سے آنحضرت کے بعد ایسے خلفاء کی ضرورت تھی جو حضور خاتم الانبیاء کے قائم کردہ نظام شریعت کی اتباع میں ایک معیاری اسلامی حکومت کا نظام قائم کریں جو قیامت تک کے لیے مسلم حکومتوں کے لیے واجب الاتباع ہو۔

اس ضرورت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے بطور وعدہ آیت استخلاف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کی صفات عالیہ کے متعلق ارشاد فرمایا وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم الخ (النور آیت: ۵۵) وعدہ کر لیا۔ اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا، ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لیے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ڈر کے بدلے میں امن۔ میری بندگی کریں گے

شریک نہ کریں گے میرا کسی کو۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے وہی ہیں نافرمان ((ترجمہ شیخ الہند)) اور (سورۃ الحج کی آیت تمکین نمبر ۴۱) الذین ان مکناھم الخ۔ وہ لوگ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر کام (ترجمہ شیخ الہندؒ) شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں..... چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطاء کی اور جو پیشین گوئی کی گئی تھی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی۔ فللہ الحمد علی ذلك۔ اس آیت سے صحابہؓ خصوصاً مہاجرین اور ان میں سے اخص خصوص کے طور پر خلفائے راشدین کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوتی ہے اور اہل سنت والجماعت کے محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا مصداق خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی علیہم الرضوان ہی ہیں۔

اسلامی نظامِ حکومت کے چار دفعات

خالق کائنات کے ارشاد کے مطابق خلفاء موعودہ کا نظام حکومت چار دفعات پر مشتمل ہے دفعہ نمبر (۱) اقاموا الصلوٰۃ میں حقوق اللہ کی ادائیگی۔ دفعہ نمبر (۲) اٰتوا الزکوٰۃ میں **حقوق العباد** آگئے (دفعہ نمبر (۳) امروا بالمعروف میں اصلاح معاشرہ۔ دفعہ نمبر (۴) **نھوا عن المنکر** میں حدود و تعزیرات آتی ہیں (تقسیم ملک کے بعد حسب وعدہ پاکستان کا مطلب کیا **لا الہ الا اللہ**۔ مسلم لیگ کی حکومت اگر ملک میں حکومت الٰہیہ جس کا عملی نمونہ حسب فرمان نبوی **علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین** خلافت راشدہ کا نظام حکومت تھا پاکستان میں نافذ کر دیتے تو پاکستان ایک اسلامی فلاحی اور مثالی مملکت ہوتی۔ کسی کو ظلم و زیادتی، لوٹ گھسوٹ، رشوت لینی دینی، چوری ڈکیتی، اغوا برائے تاوان، بچیوں اور شادی شدہ عورتوں کو اغوا کرنے، معصوم بچیوں کے ساتھ دلخراش واردات کے بعد قتل، قتل و غارت اور دہشت گردی کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافذ کردہ حدود اور تعزیرات سے جرائم کی بیخ کنی ہوتی ہے۔

اس موقع پر حوصلہ افزا خبر اسلامی نظریاتی کونسل کا جرأت مندانہ شرعی فیصلہ ہے کہ قانون میں تبدیلی کے بغیر سرعام پھانسی دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے بدھ کو باضابطہ طور پر

سینیٹ پاکستان کو مطلع کیا ہے کہ کسی بھی قانون میں تبدیلی کے بغیر حکومت یا عدالت کسی بھی مجرم کو سرعام پھانسی کی سزا دے سکتی ہے۔ سی آئی آئی کا مزید کہنا ہے کہ اسلامی سزاؤں کا مقصد معاشرے میں جرائم کے خلاف مزاحمت پیدا کرنا ہے۔ سینیٹ کی جانب سے سرعوام پھانسی کے حوالے سے پوچھے گئے سوال میں آئی آئی نے باضابطہ طور پر جواب جمع کرا دیا ہے...... کونسل نے گزشتہ ہفتے اس ایشو پر بحث و مباحثہ کیا تھا اور اپنے جواب میں اس نے اسلامی تعلیمات کی بنا پر تجاویز پیش کیں ہیں...... نیز کونسل نے اپنے جواب میں کہا کہ حدود زنا (ناجائز تعلقات) کی سزا کے معاملے میں قرآن مجید میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ لوگوں کا ایک گروپ ''طائفہ'' سزا پر عملدرآمد کے موقع پر موجود ہونا چاہیے...... سی آئی آئی کا کہنا ہے کہ ڈکیت کی صورت میں اسلامی شریعت کا کہنا ہے کہ پھانسی کی سزا سرعام دی جائے...... کہ مجرم کو معاشرے کے لیے عبرت کا مقام بنایا جائے الخ (روزنامہ جنگ پنڈی مورخہ ۱۵ فروری ۲۰۱۸ء) ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر جرم کی متعین شرعی سزا کو پورے انصاف کے ساتھ نافذ کیا جائے تاکہ جرائم کی حقیقی معنوں میں بیخ کنی ہو اور ملک خداداد پرامن، اسلامی، فلاحی ریاست بن سکے۔

عاصمہ جہانگیر کا مخلوط نمازِ جنازہ

معروف قانون دان عاصمہ جہانگیر گذشتہ مہینہ انتقال کر گئیں جن کی نماز جنازہ میں خواتین نے بھی شرکت کی۔ مردوں کی صفوں میں ہی کھڑے ہو کر بلا حجاب جنازہ پڑھا، عاصمہ جہانگیر کی شخصی خوبیوں اور خامیوں سے قطع نظر یہ مخلوط نماز جنازہ انتہائی افسوسناک معاملہ ہے۔ خدا نہ کرے اور یہ روایت آگے بڑھے اور فتنوں کا ایک نیا باب کھل جائے۔

ذیل میں ہم اس حوالہ سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سمیت جید علماء کرام کا ایک فتویٰ نقل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

''اول تو کسی کھلے میدان میں خواتین کا نماز جنازہ کے لیے بذات خود جانا درست نہیں اور صحیح بخاری کی صحیح حدیث میں خواتین کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا گیا ہے لیکن اگر خواتین کسی وجہ سے شریک ہوں تو مردوں کی صف میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں نماز جنازہ میں خواتین کی شرکت نہیں ہوتی تھی اور فرض نمازوں میں اگر فجر یا عشاء کے وقت

خواتین جماعت میں شریک ہوتیں تو اس بات کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ ان کی صفیں مردوں کے پیچھے بالکل الگ ہوں اور کسی قسم کا اختلاط نہ ہو لہٰذا مخلوط صفیں بنا کر نماز جنازہ پڑھنا کسی طرح جائز نہیں۔

علماء کرام کا کہنا ہے کہ خالص دینی مسئلے کو سیاسی بیان بازی کے لیے استعمال کرنا ہمارا طریقہ نہیں۔

ہم نے شرعی مسئلہ کی وضاحت کرنا اس لیے ضروری سمجھا کہ ایک واقعہ ہوا ہے تو کل کوئی اسے بطور نظیر پیش نہ کرے کہ اس پر علماء نے کوئی گرفت نہیں کی تھی۔

(روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۱۷ فروری ۲۰۱۸ء)

فیوضاتِ مظہرؒ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ ☆

درسِ قرآن: مدنی مسجد چکوال۔ ۳ر فروری ۱۹۷۸ء	ضبط و ترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○

ترجمہ: "اور جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ﷺ فرما دیں کہ بیشک میں قریب ہوں، قبول کرتا ہوں پکار، پکارنے والے کی دعا۔ جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ میرا ہی حکم مانیں اور چاہیے کہ وہ مجھ پر ہی ایمان لائیں "لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ" شائد کہ وہ ہدایت پا جائیں۔" (پ۲، رکوع ۲۳)

○...... برادرانِ اہل سنت والجماعت! آج سترہ رمضان اور جمعے کا مبارک دن ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ رمضان شریف کے تین عشرے ہیں، پہلا ہے رحمت، دوسرا ہے مغفرت اور تیسرا ہے دوزخ سے آزادی کا پروانہ، دوسرا عشرہ شروع ہے، اس مہینے میں جو عبادت ہوتی ہے، اس کا ثواب بہ نسبت دوسرے مہینوں کے بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے، کیونکہ یہ خاص رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے، اور اس کے آثار بھی دکھائی دیتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ رمضان شریف میں نمازی بن جاتے ہیں، روزے رکھتے ہیں تراویح پڑھتے ہیں، تلاوتیں کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، بہ نسبت پہلے مہینوں کے اس میں زیادہ عبادت ہوتی ہے، یہ گویا اللہ کی توفیق و رحمت کی نشانی ہے گنتی کے دن ہیں، پتہ نہیں آئندہ سال کسی کو نصیب ہو یا نہ ہو، اس لیے بندہ اسی کوشش میں رہے کہ میں زیادہ سے زیادہ نیکی کما لوں، یہ سیزن ہے۔

○......احکامِ رمضان کے سلسلے میں یہ آیت ہے، اس کے بعد بھی دوسرے مسائل ہیں درمیان میں یہ جو آیت ہے گویا ساری عبادتوں کی روح ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جتنی بھی عبادتیں ہیں سب کی

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

روح ہے۔ روح نہ رہے تو وہ صورۃً تو ہوتی ہے لیکن وہ حقیقتاً نہیں ہوتی، اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی، اور وہ روح ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندگی کا صحیح تعلق، اسی پر سب کچھ ہے۔ نبی کریم ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا، تو قرآن نے بتایا کہ رب کیا ہے؟ اس کی کیا صفتیں ہیں؟ مانتے تو وہ پہلے تھے لیکن وہ اپنے خیال سے، قیاس سے اللہ کو مانتے تھے، اللہ کو ماننا وہی صحیح ہو سکتا ہے، جو اللہ خود بتائے کہ میں کون ہوں میری کیا صفتیں ہیں؟ تو جس وقت قرآن مجید نازل ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان فرمائیں، تو بعض دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم اللہ کو کس طرح پکاریں؟ آیا بلند آواز سے پکاریں، تو وہ سنتا ہے یا آہستہ پکاریں تو پھر بھی سنتا ہے؟ کیونکہ نیا تصور تھا، اس کے متعلق فرمایا:

○...... "اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ" اے میرے رسول ﷺ جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھتے ہیں۔ دیکھو کیسا ہے؟ بھئی! اب کس سے پوچھنا ہے؟ حضور ﷺ ہی سے ناں، اور تو کوئی جاننے والا نہیں، حضور ﷺ سے پہلے تو ایک آدمی بھی مومن نہیں تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو ماننے والے تھے، لیکن جو اللہ کی صفتیں ہیں، اس سے تو کوئی واقف نہیں تھا؟ تو رسول کریم ﷺ کی ذات پاک ہی اللہ نے ایسی بھیجی تھی کہ اب جو کچھ ملے گا، حضور ﷺ سے ملے گا یہی مقام رسالت ہے، جس نے حضور ﷺ کو مان لیا، تو حضور ﷺ پر اعتماد، یقین کر کے ہر چیز کو صحیح مان لیا، جس نے حضور ﷺ کو نہ مانا، اس نے خواہ اللہ کو مانا لیکن صحیح نہیں مان سکا۔ وہ ماننا قبول نہیں ہوگا۔

○......تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ایمان لا چکے تھے، وہ حضور ﷺ سے ہی پوچھتے تھے، جس کے دل میں کوئی شک شبہ، مسئلہ ہوتا، کیونکہ پوچھنے سے علم بڑھتا ہے، تو نبی کریم ﷺ سے بعض حضرات نے یہ پوچھا کہ حضور ﷺ! ہم اللہ کو پکاریں، تو کتنی آواز سے پکاریں؟ نئی بات تھی، اللہ تو سننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر قرآن مجید میں اس کا جواب دیتے ہیں۔ دیکھو کیسی چیز ہے؟ اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی تربیت، براہِ راست اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ صحابہ کے لیے قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں۔ صحابہ پوچھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں۔ کتنی بڑی شان ہے؟ اللہ اُن کو بھی سمجھ ہدایت دے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے منکر ہیں یا اعتراض کرتے ہیں۔ ہم کیا ہیں؟ ہم تو چودہ سو سال کے بعد فتنوں کے دور میں ہیں، ہمیں کچھ پتہ ہے کہ ہم کیا ہیں، کیا کریں

گے؟ ہماری عبادت قبول ہے یا نہیں؟

○ جب آپ ﷺ سے میرے بندے، سبحان اللہ! اللہ کو تو اپنے بندے پیارے ہیں، بندہ بن جائے؟ پیدا تو بندہ ہی کیا ہے ناں؟ بندگی کے لیے۔ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھتے ہیں۔ کیسا عجیب ہے؟ اب چونکہ حدیث میں یہ آتا ہے، اس لیے قرآن مجید میں تفصیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ دیکھو حدیث کے بغیر پوری بات معلوم نہیں ہوتی، پوچھا تو تھا ناں کہ بلند آواز سے پکاریں یا آہستہ پکاریں؟ تو یہاں یہ ہے نہیں، صرف یہ ہے کہ میرے بارے میں پوچھا، جواب بتایا اور جواب بھی حضور ﷺ کی پاک زبان سے، کیا؟ "**فَإِنِّي قَرِيبٌ**" تو آپ ﷺ میری طرف سے جواب دیں کہ میں (یعنی اللہ تعالیٰ) نزدیک ہوں۔ اب مسلمان کے لیے ضروری ہے، وہ مانے کہ اللہ قریب ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا: "**نحن اقرب الیہ من حبل الورید**" یہاں تو ہے ناں قریب، نزدیک، وہاں اقرب ہے، بہت زیادہ نزدیک۔ بھئی یہ پہلی صف پر آپ بیٹھیں یہ بھی نزدیک ہے دوسری بھی نزدیک ہے ناں؟ یہ پہلی اس سے نزدیک ہے اور کوئی یہاں پاس بیٹھ جائے، کھڑا ہو جائے وہ ان سے زیادہ نزدیک ہے، تو فرمایا میں زیادہ نزدیک ہوں اپنے بندوں کے، سمجھانے کے لیے فرمایا کہ شہ رگ، رگِ حیات، جس پر حیات اور زندگی موقوف ہے، انسان خود اپنے اتنا نزدیک نہیں، جتنا رب اس کے نزدیک ہے۔ اب اندازہ کرو۔ ایمان یہی ہے۔ اس جہان میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ کوئی نہیں سکتا، اللہ والوں کو روحانی مشاہدہ ہوتا ہے، آنکھوں سے نہیں، یعنی قلبی طور پر ایک تجلی کا ادراک ہوتا ہے۔ فرمایا میں نزدیک ہوں بس۔ اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اتنا نزدیک ہوں کہ اتنا بندہ خود اپنے نزدیک نہیں، جتنا وہ نزدیک ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اب دوری کوئی نہیں، اس خیال سے نہ پکارو کہ نہیں سنتا۔ وہ تو دل میں ہو تو جانتا ہے کہ اس کے دل میں کیا ہے؟ وہ ہر چیز کو جانتا ہے "**وھو بکل شیء علیم**" پوری طرح جانتا ہے، اندر باہر جانتا ہے، اور کوئی دوسرا ایسا نہیں، یہ صرف رب ہے۔

○.....تو اب ہر سمجھ دار آدمی سمجھے گا کہ میں دل میں اس کا تصور کروں کہ وہ جانتا ہے بزرگوں کے نزدیک ذکر قلبی بھی ہوتا ہے ناں؟ اور زبان سے کہو بالکل آہستہ تو وہ بھی ضرور سنتا ہے، بعض دفعہ ذکر خفی ضروری ہوتا ہے، بعض دفعہ جہری، اذان بھی تو ذکر ہے، اذان زور سے کہو، کیونکہ لوگوں

کو بلانا ہے، وہاں مقصد ہے بلانا، جتنی دور آواز جائے اتنی دعوت پہنچ جائے گی ناں؟ وہاں زور سے پکارو۔ تکبیریں اتنی زور سے نہیں کہی جاتیں، کیوں؟ وہ مسجد کے اندر جو صفوں میں ہیں ان کو سنایا جاتا ہے، کبھی آپ نے سنا ہے کہ اقامت مؤذن بہت زور سے پڑھی ہو؟ آج جھگڑے ہیں کہ اونچا ذکر کرو، آہستہ کرو، فضول جھگڑے ہیں، بات سمجھو! آہستہ ذکر کا بھی موقع ہے، بلند کا بھی موقع ہے، پھر اپنا اپنا ذوق ہے، دوسرے کی عبادت، نماز میں خلل نہ آئے۔ تم اپنا ذکر اتنا بلند نہ کرو کہ کسی کی نماز میں خلل آئے، اس لیے بلند آواز سے ذکر نہیں کیا جاتا کہ رب آہستہ نہیں سنتا، نہیں، سنتا ہے، اس لیے بہتر ذکر آہستہ ہے، تاکہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے کہ کیا کر رہا ہے؟ ریاکاری، دکھلاوا نہ ہو۔

○......تو اب رمضان کے احکام کے اندر یہ جو آیت ہے کہ میں نزدیک ہوں، اب آگے وہ سمجھا دیا، جو مسئلہ پوچھا تھا "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" دعا کا معنیٰ ہوتا ہے پکارنا، ہر آدمی جانتا ہے بھئی! دعا کرو۔ کیا معنیٰ ہوتا ہے، بھئی! اللہ کے سامنے پکارو، اپنی مراد پیش کرو، جب میرا بندہ کہیں بھی، جس وقت مجھے پکارتا ہے کہ یا اللہ! تو میں سنتا ہوں، نزدیک جو ہوں، جب بھی کوئی پکارے، جہاں سے بھی پکارے، میں ہر جگہ ہوں اور بندے کی بہ نسبت اس کے اپنے، زیادہ قریب ہوں، تو اب بلا کھٹک جہاں بھی ہے مجھے پکارے، دعا کرے، فریاد کرے، مراد مانگے، میں وہیں موجود ہیں۔

○......اس لیے فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ دعا جو ہے یہ عبادت کا مغز ہے، بھئی! نماز میں بھی اللہ کے ساتھ تعلق ہے، روزہ بھی اللہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، زکوٰۃ کا تعلق بھی اللہ کے ساتھ، حج کا تعلق بھی اللہ کے ساتھ، جہاد کا تعلق بھی اللہ کے ساتھ، عبادت وہ ہے کہ جو اللہ کے تعلق اور محبت کی وجہ سے کی جائے، اس لیے یہ درمیان میں آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تاکہ بندے روزہ رکھیں اور حقیقت سے غافل نہ ہو جائیں، روزہ تو ہے ناں کھانا پینا چھوڑ دینا، صرف اس پر نظر نہ رہے، نظر رہے کہ یہ کھانا پینا کس لیے چھوڑا ہے؟ کس کے حکم سے چھوڑا ہے؟ کس کو راضی کرنے کے لیے چھوڑا ہے؟ یہ روح باقی رہے پھر روزہ قبول ہے۔ جب اللہ کے لیے کرے تو یہ عبادت بن گئی تاکہ بندے ہر حکم جو روزے کے سلسلے میں ہے، اس کے اندر یہ روح پیدا کریں کہ ہم صرف اللہ کے لیے کر رہے ہیں جو شہ رگ سے نزدیک ہے، اس کا حکم ہے، اسی نے قبول کرنا ہے وہ ہماری نیت کو

جاتا ہے، پھر بندہ جو بھی نیکی کرے گا، خوشی سے بھی کرے گا اور کوشش سے بھی کرے گا۔ جس طرح دنیا کا کام کرتا ہے ناں، جتنا محنت سے کرے، سمجھتا ہے یہ اچھا ہے نفع ہے، دین میں پھر ہم یہ اصول بھلا دیتے ہیں، شیطان غافل رکھتا ہے، اصلاح نفس نہ ہو، خلوص نہ ہو، توجہ نہیں ہوتی، اس لیے ہمارے اکابر رحمہم اللہ کوشش یہ کرتے ہیں کہ جو نیکی کرو، نیت پہلے صحیح کرلو، بس پھر نیکی ان شاء اللہ تھوڑی بھی ہے تو قبول ہے، اس میں نور ہے، یہ توجہ ہو کہ اللہ میری شہ رگ سے نزدیک ہے میں اس کی رضاء کے لیے اور کوشش کرلوں، آگے اعتکاف کا حکم ہے، اس کے احکام ہیں پہلے بھی روزہ کے مسائل ہیں درمیان میں یہ آیت ہے کہ میں بندے سے نزدیک ہوں، جب بھی، جہاں بھی کوئی بندہ مجھے پکارتا ہے، تو وہ تسلی رکھے میں دور نہیں ہوں میں تو اس کی ہر پکار سنتا ہوں۔

○......"فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ" پس چاہیے کہ وہ میرا ہی حکم مانے، بھئی! قرآن بھی اللہ کا حکم ہے۔ حضور ﷺ کی اطاعت بھی اللہ کا حکم ہے، حضور ﷺ کی محبت بھی اللہ کا حکم ہے، واسطہ تو حضور ﷺ کی ذات ہے، یاد رکھو! ملے گا تو رب حضور ﷺ سے، رب کا حکم سنانے والے حضور ﷺ، سمجھانے والے حضور ﷺ، حضور ﷺ سے تعلق نہ ہو تو رب سے تعلق ٹوٹ گیا۔

○......کئی لوگ بے وقوف ہیں، اب توسل کے جھگڑے ہوتے ہیں، مسئلہ جھگڑے کا نہیں، دیانتداری سے آدمی سمجھے، حضور ﷺ سے قرآن ملا یہی توسل ہے، اور کسی سے ملا؟ اب کوئی آدمی کہے میں حضور ﷺ کو تو نہیں مانتا، قرآن کو مانتا ہوں یہ عقل کی بات ہے؟ تو قرآن کہاں سے ملے گا؟ بعض لوگ جو مسلمان بھی بنتے ہیں ان کے عقیدے یہ ہیں کہتے ہیں حضور ﷺ کو بھی نہ مانے تو قیامت میں بخشا جائے گا؟ دلیل کیا دیتے ہیں جی حکم تو اللہ کا ماننا ہے؟ بھئی اس کا حکم ملے گا کہاں سے؟ اللہ کا حکم قرآن سے لوگے ناں، قرآن کہاں سے ملا؟ پہلے حضور ﷺ پر ایمان ہوگا تو قرآن پر ایمان ہوگا۔ تو توسل کا معنیٰ کیا ہے؟ کہ جس کے وسیلے سے، جس کے ذریعے سے، کوئی نعمت اللہ کی ہمیں ملے، اب سورج سے ہمیں روشنی ملتی ہے، سورج ہمارے لیے واسطہ بن گیا۔ سورج میں روشنی رکھنے والا تو اللہ ہی ہے ناں؟ لیکن سورج کے محتاج تو ہم ہیں ناں؟

○......اس لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آفتاب رسالت ہیں۔ رسالت کے سورج، سبحان اللہ، آپ ﷺ سے رسالت کا نور ملتا ہے، شعاعیں ملتی ہیں یہ سورج ظاہری آنکھوں کے لیے ہے،

آپ ﷺ دل کی آنکھوں کے لیے ہیں، روح کے لیے ہیں، تو حضور ﷺ پر جتنا ایمان صحیح ہوگا، محبت آپ ﷺ سے جتنی کامل ہوگی، گویا اتنی ہی پھر اللہ سے محبت بڑھ جائے گی، حضور ﷺ کے متعلق محبت میں نعوذ باللہ جتنی کمی ہوگی، اتنا اللہ سے دور ہو جائے گا۔

○......جب ہم کہتے ہیں کہ یا اللہ! رسول پاک ﷺ کے طفیل میری دعا قبول فرما، تو بعض نادان اس کو بھی شرک کہتے ہیں، بھئی! اس میں شرک کا کیا مطلب؟ مانگنا تو اللہ سے ہے ناں؟ ایک حضور ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کو ظاہر کرنا ہے، اس تعلق سے ہمیں زیادہ امید ہے کہ اللہ ہم پر مہربانی فرمائے گا۔ اس کو بھی کئی لوگ شرک بناتے ہیں، بھئی! ہر ایک چیز کو اپنی حد پر رکھو، ایمان ٹھیک ہو جائے گا۔

○......تو بہر حال صحابہ کرام ؓ، نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھتے تھے۔ سبحان اللہ! کتنے خوش نصیب تھے؟ آج ہمیں حدیث میں تلاش کرنا پڑتا ہے، علماء سے پوچھنا پڑتا ہے، کتابیں دیکھنی پڑتی ہیں، ہوسکتا ہے کہ ہم نہ سمجھ سکیں۔ مسئلہ نہ نکال سکیں، صحابہ کرام ؓ کے لیے استاد موجود، ہادی اعظم موجود، کوئی مسئلہ، خیال آئے اور دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر پوچھ لو، سمجھو! صحابہ کرام ؓ کا مقام، جو بعد والوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوسکتا۔ جب چاہا دربار رسالت میں حاضر ہوگیا۔ یا رسول اللہ! یہ عرض ہے میری۔ خواب آئے، رات کو خواب دیکھتے ہیں صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتے ہیں، یا رسول اللہ! میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ آج کوئی ایسا ہے؟ بھائی! ایمان کی نگاہ سے حضور ﷺ کا دیدار جو ہے، وہی اللہ کا قرب نصیب کرتا ہے، اللہ کا قرب نصیب ہوگیا، ایمان سے حضور ﷺ کا جلوہ دیکھ لیا۔ آگے تو صحابہ ؓ کی ترقی درجات ہیں ناں؟

○......آج بزرگ لوگ صوفیائے کرام محنتیں کرتے کراتے ہیں، ذکر، مراقبے کراتے ہیں اس لیے کہ محنت سے شائد کچھ مل جائے، صحابہ کرام کو تو دیدار محمدی ﷺ سے سب کچھ حاصل ہو جاتا تھا، شیخ العرب والعجم حضرت مدنی ؒ فرماتے ہیں، صحابہ کرام ؓ کی شان سمجھاتے ہیں کہ منٹ سیکنڈ کا بھی حضور ﷺ کا دیدار جن کو اسلام کی حالت میں نصیب ہوگیا، اُن کو وہ قرب اور وہ نور نصیب ہوا کہ جو سو سال بھی اللہ اللہ کرنے والوں کو بھی نصیب نہیں ہوسکتا، آج کسی کو ملے گا تو آج کی حالت کے مطابق ہوگا ناں؟ صحابہ کرام ؓ کو تو ہم سمجھ ہی نہیں سکتے، ماننا ہے کہ صحابہ ؓ کو۔

○......نبوت کے بعد صحابیت کا درجہ ہے، کتنا بڑا درجہ ہے؟ نبوت تو ختم، نبوت کے بعد درجہ صحابی ہونے کا ہے، نبوت بھی ختم، صحابیت بھی ختم، سبحان اللہ۔ یعنی صحابیت کا درجہ محنت مجاہدے سے مل نہیں سکتا۔ جن کو مل گیا، مل گیا۔ جس طرح محنت سے نبوت نہیں مل سکتی، نبوت کے بعد اس سے بڑا کوئی مقام ہے؟ اب کوئی صحابی بن نہیں سکتا، جو بنے وہی ہیں، اللہ ان سب کو ماننے کی توفیق دے۔ " فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي " پس چاہیے کہ میرے بندے جب میں نزدیک ہوں، سنتا ہوں جانتا ہوں، تو میرا ہی حکم مانیں، حکم میرا ہی ہے " ان الحکم الا للہ " حضور ﷺ کا حکم بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

○......" وَلْيُؤْمِنُوا بِي " اور چاہیے کہ مجھ پر ہی ایمان لائیں۔ جس طرح اللہ منواتا ہے اس طرح مانو، اپنے خیال سے نہ مانو، یاد رکھو! دین میں اپنی عقل نہ دوڑاؤ۔ عقل سے کام لو، دلیل تو ہوگی قرآن، حدیث، قرآن وحدیث چھوڑ کر تو عقل کوئی چیز نہیں۔

○......" لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ " تاکہ وہ ہدایت پا جائیں، اگر رشد و ہدایت مطلوب ہے، کوئی آدمی رشد اور ہدایت پانے کا خواہش مند ہے، شوق رکھتا ہے تو وہ مجھ کو مان لے، کس واسطے سے؟ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے، بات ختم، پھر روزہ بھی قبول، زکوۃ بھی قبول، حج بھی قبول، جو کام بھی تم کرو گے اللہ کے لیے، سب قبول ہوگا۔ اگر نیت صحیح ہو۔

○......محنت کرو، محنت کے بغیر کچھ نہیں ملتا " لیس للانسان الا ما سعٰی " اللہ تو سب کچھ کرسکتا ہے لیکن ہمیں تو ملتا ہے ناں، کہ ہم کچھ کریں ہم بندگی کریں وہ اپنی رحمت نازل کرے گا۔ قرآن کی آیات کے الفاظ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبان مبارک سے سنے، پھر اس کی تشریح بھی حضور ﷺ نے فرمائی وہ بھی سنی، جو عملی بات تھی اس پر عمل کر کے حضور ﷺ نے دکھایا کہ قرآن میں یہ حکم ہے، یہ اس طرح کرو، وہ بھی دیکھا، اور پھر حضور ﷺ کے جلوے جو سینوں پر پڑے، عقل میں نہیں آتے، وہ بھی نصیب ہوئے، اس لیے وہ کامل مومن بن گئے، سبحان اللہ۔ آپس میں اُن کے درجات کا فرق ضرور ہے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم پر کسی غیرِ صحابی کو فضیلت نہیں، جس طرح انبیاء پر غیرِ نبی کو فضیلت نہیں۔

○......ایک تو ہے ناں قرآنِ مجید کی تلاوت، خواہ معنٰی نہ بھی سمجھے تو وہ قرآن کے فیض سے

محروم نہیں، خواہ دیکھ کر پڑھے یا زبانی پڑھے، اگر خلوص نیت سے قرآن مجید کی تلاوت کرے، تو بزرگوں نے فرمایا، اس سے دل صاف ہوتا ہے۔ اس کا اثر ہوتا ہے جس طرح اللہ کے ذکر کا اثر ہوتا ہے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے، سلوک کہتے ہیں ناں، اللہ کی راہ پر چلنا، اللہ کا ذکر کرنا، عبادت کرنا، گناہوں سے بچنا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں سلوک زیادہ آسان ہے، لیکن ہر ایک کے لیے نہیں، مختلف مضامین ہیں ناں، توجہ مختلف طرف ہو جاتی ہے۔

○......اس لیے اللہ، اللہ کراتے ہیں، اسمِ ذات کا ورد کراتے ہیں کہ توجہ ایک طرف ہو۔ مقصد تو ہے توجہ ایک طرف ہو جائے، توجہ صرف اللہ کی طرف ہو جائے، اس کے مختلف طریقے ہیں، ایمان تو ہے ہی کہ اللہ نزدیک ہے، استحضار ہو، یعنی خیال ہو، اس کا تصور پک جائے کہ اللہ نزدیک ہے، اور جو کاملین ہوتے ہیں ان کی نظر پہلے اللہ پر ہوتی ہے پھر مخلوق پر ہوتی ہے، اللہ کے توسل سے مخلوق پر ہوتی ہے، ہماری تو ہے ناں، بھئی! پہلے مخلوق پر نظر ہوتی ہے، درجے ہیں اپنے اپنے، تو ایک تو ہے تلاوت قرآن کا ثواب، دوسرا ہے قرآن کا مطلب اور معنی سمجھو، کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس میں کیا حکم دیا ہے؟ اس کو کہتے ہیں علم قرآن، پھر ہے قرآن پر عمل کرنا، یہ ہے مقصد کہ قرآن کے حکم کے مطابق زندگی گزارو، یہ نہیں کہ حافظ تو ہے، نماز نہیں پڑھتا، غفلت یہ ہوتی ہے کہ آدمی توجہ چھوڑ دیتا ہے، لاپرواہ بن جاتا ہے، تو بہر حال اصل مقصد تو ہے قرآن کے حکم پر عمل کرنا، سارا قرآن اللہ کا قانون ہے تو جو موقع بھی آئے گا اس وقت اس کے لیے اللہ کا وہ حکم ماننا جو ہے یہ عمل صالح ہے۔ شریعت کے مطابق کرے گا تو عبادت بن گئی۔

○......کاروبار، تجارت اس لیے کرے کہ میں کسی کا محتاج نہ بنوں، اللہ حلال دے تو پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرے یہ بھی عبادت، نیکی بن گئی، جتنا علم پاس ہے دوسروں کو سکھانا یہ تعلیم اور تبلیغ ہے کہ اللہ نے مجھے دیا، دوسروں کو نفع پہنچاؤں، اس لیے نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: "بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً" کہ اگر ایک آیت اور ایک جملہ بھی مجھ سے سنو تو آگے پہنچاؤ یہ تبلیغ ہے، تقریر کرنا تبلیغ ہے، کرے اللہ کے لیے۔ لیکن آج زمانہ بدل گیا ہے، تقریر کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ ملے۔ دوسروں تک دین پہنچانا تبلیغ ہے۔ جتنا کر سکتے ہو دوسروں تک پہنچاؤ۔ پھر اس پر عمل کرو، عمل کرنے کا ثواب ملے گا اور دوسروں پر، عمل کرانے کا، پہنچانے کا ثواب ملے گا۔ اپنی محنت سے کمایا ہوا حلال مال ہے تو اس کو

دبا دبا کے نہ رکھو، یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اس سے بھی دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ۔ جن میں کنجوسی، بخل کی بیماری ہوتی ہے، تو وہ سمجھتے تو ہیں کہ اللہ کی راہ میں دینا ہے لیکن نکال نہیں سکتے۔ یہ بیماری ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ زبردستی نفس کا مقابلہ کر کے اللہ کی راہ میں دو، زکوٰۃ تو فرض ہے ناں؟ نفلی دو، پھر سب سے آخری مشکل عمل جو ہے جان دینا ہے سبحان اللہ۔ یہاں تک آدمی ایمان میں مضبوط ہو، اللہ کے ساتھ ایسا تعلق ہو، کہ بندہ اپنے آپ کو تیار رکھے کہ یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، موت حیات تیرے اختیار میں ہے۔ جس طرح میں تیری اور عبادتیں کر رہا ہوں اسی طرح قرآن مجید میں تیرا ہی حکم ہے کہ جان بھی اللہ کی راہ میں دے دو۔ یا اللہ! میں تیار ہوں، تو مجھے جان بھی دینے کی توفیق عطا فرما، پھر کامل بن جائے گا۔ اگر جان دینے سے جی چراتا ہے تو سمجھو اندر کھوٹ ہے کہ آسان عبادت کرتا ہے مشکل عبادت نہیں کرتا۔

○...... اس لیے رسول پاک سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: "**الجھاد سنام الاسلام**" کہ جہاد جو ہے یہ اسلام کی کوہان ہے، یعنی جہاد چھوڑ دو گے تو اسلام بے شوکت رہے گا، اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی اور اگر جہاد جاری رکھو گے تو اسلام میں شوکت پیدا ہوگی، یہ کفر کی طاقتوں کے لیے ایک للکار ہوگا۔ اس لیے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ہتھیار پہنے، جہاد کیا۔ اگر یہ موقع ضروری نہ ہوتا تو رحمۃ للعالمین ﷺ کی زندگی میں جہاد تو نہ ہوتا؟ تو معلوم ہوا کہ اس کے بغیر بھی گزارہ نہیں۔

○...... قرآن نے حکم دیا تھا: "**وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ**" اے ایمان والو! اے مسلمانو! جہاں تک تمہاری استطاعت ہے، جہاں تک تم کر سکتے ہو، دشمن کے مقابلے میں جنگی طاقت تیار رکھو۔" یہ بھی عبادت ہے قرآن کا حکم ہے، حکمت بھی بتائی، اس کا فائدہ بھی بتایا "**تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ**" تمہارے پاس طاقت ہوگی تو اس طاقت سے دشمن ڈرے گا۔ کیسے؟ عالمِ اسباب میں دشمن کو پتہ ہوگا کہ مقابلے میں مسلمان کے پاس طاقت ہے، آسانی سے حملہ نہیں کرے گا۔ تر نوالہ نہیں سمجھے گا، یعنی لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ "**تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ**" اس طاقت کے ذریعے تم اپنے دشمن کو بھی ڈراؤ گے اور میرے دشمن کو بھی ڈراؤ گے۔

○...... یہاں ایک اور بات بھی سمجھا دی، یہ حکم تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے ناں؟ اب ہمارے لیے بھی ہے، پہلے تو صحابہ ایمان والوں کو تھا ناں؟ ہر حکم پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تھا، اب ہم تک ہے۔ اللہ

پاک نے اس میں سمجھایا کہ " وَعَدُوٌّ لِّلّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ " اللہ کا جو دشمن ہے، پیدا تو اللہ نے ساری مخلوق کی ہے، لیکن ایک دشمن بن گیا ایک دوست، دوست اللہ کے دین کو پھیلاتا، دشمن اللہ کے دین میں رکاوٹ ڈالتا ہے، طاقت سے کچلتا ہے، تو جب دشمن طاقت سے اسلام کو کچل رہا ہے۔ تم مسلمان ہو، میرے دین کے نام لیوا ہو، تو وہ تمہارا بھی دشمن ہے، جو میرا دشمن ہے، وہ تمہارا دشمن ہے، قرآن سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ ﷢ کا دشمن ہے وہ اللہ کا بھی دشمن ہے، جو اللہ کا دشمن ہے وہ صحابہ کا بھی دشمن ہے، سبحان اللہ! صحابہ معیارِ حق بن گئے، اللہ کی دوستی، دشمنی پرکھنے کے لیے صحابہ ہیں، جو صحابہ کا دوست ہے وہ اللہ کا دوست ہے، جو صحابہ کا دشمن ہے، وہ اللہ کا دشمن ہے، یہ فرق ہے، معیار اسی کو کہتے ہیں، کیسی بات ہے؟ روایت نہیں، بھئی! لوگ کہتے کہ روایت مولویوں نے بنالی ہوگی؟ سبحان اللہ! صحابہ ﷢ نے ہر شئے قربان کردی، کوئی چیز پیاری نہیں، اللہ، رسول کے مقابلے میں، ہر چیز قربان کی، تو پھر دیکھو صحابہ کرام ﷢ کی قربانیوں سے کیا نتیجہ نکلا؟ کہاں تک اسلام پھیلا؟ روم، ایران کی طاقتیں زیر و زبر ہوئیں، کیونکہ یہ طاقتور دشمن تھا، یہ بات کو نہیں مانتا تھا، اس نے جہاد کی زبان کو مانا، پھر اللہ نے مدد کی، نصرت کی، آج کیوں ہم پریشان ہیں؟ سمجھو! تو یے کروڑ مسلمان ہیں، ہم نے قرآن کے اس حکم پر عمل نہیں کیا، دشمن طاقت بنا رہا ہے، تم نے طاقت نہیں بنائی، جو حکم ہم قرآن کا چھوڑیں گے وہ خلاء ہوگی۔ یہودی جنگی طاقت بناتا رہا، طاقت لیتا بھی وہی ہے ناں کہ جو قربانی کے لیے تیار ہو، آج اقلیت میں ہے، کافر ہے، سب کچھ ہے، لیکن یہ ہمارے لیے دراصل ایک تازیانہ ہے، عبرت دلانے کے لیے کہ کافر نے طاقت جنگی بنائی، اور تم اس سے غافل رہے، میرا حکم قرآن میں تھا، کیا صحابہ کے حالات تمہارے سامنے نہیں تھے؟ صحابہ کرام ﷢ نے اپنی برادری سے جہاد کیا، جنگ کی، بدر میں کیا تھا، اُحد میں کیا تھا؟ یعنی وہ قوم جو ہے زندہ رہ سکتی ہے کہ جس کو احساس ہی نہ ہو؟

تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن کا امر آخری مرحلے میں کیا ہے؟ جان کی بازی، صحابہ کرام ﷢ کی یہی خصوصیت تھی " **یقاتلون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم**"۔ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، کہ لوگ کیا کہیں گے؟ اللہ ہمیں عمل کی توفیق نصیب ہو۔

چراغ ہدایت

ارشادات و کمالات

عنوان و ترتیب	ماخوذ از مکتوبات
حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب ﷾	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ﷫

والدین اور اعزہ کی دلخراش باتوں پر صبر کیجئے

والدین، اعزہ و اقرباء کی دلخراش باتوں کی وجہ سے نفس اگر کسی ایسی خواہش کا متقاضی ہو جو اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہے۔ تو نفس کی گوشمالی اور مخالفت کرنی چاہیے نہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی۔ ایمان اور اسلام کا یہی تقاضا ہے۔ یہ دنیا دار کد، دار امتحان اور دار ابتلاء ہے۔ طرح طرح سے یہاں امتحانات ہوتے ہیں۔ اس امتحان گاہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کوشش کیجیے۔

میرے محترم: والدین اگر ایسی ناواقفیت یا جہالت کی بنا پر خلاف طبع دلخراش اور تکلیف دہ کلمات کہیں تو ان پر صبر کیجئے۔ کسی بات کا الٹ کر جواب نہ دیجیے اور ان کا مقابلہ نہ کیجیے۔ نہ ان کو برا بھلا کہیے۔ ان مشقتوں اور مہربانیوں کو یاد کیجئے جو آپ کے بچپن میں کی تھیں۔

میرے محترم: ماں اور باپ آپ کے لیے جنت ہیں، بجز خالق کی نافرمانی کے سب باتوں میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری آپ پر ضروری ہے۔ ان کی اطاعت کرتے ہوئے جس قدر ممکن ہو علم دین اور بصیرت فی الشرع پیدا کیجیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۷)

حل مشکلات کا عمل خواہ روزی سے متعلق ہو یا اقرباء کے ستانے سے

میں آپ کو مندرجہ ذیل عمل بتاتا ہوں۔ آپ اس پر مداومت کریں۔ ان شاء اللہ ہر قسم کی مشکلات خواہ روزی اور رزق کی ہوں یا اعزہ و اقرباء کے ستانے کی ہوں یا اور کسی قسم کی ہوں، حل ہوتی رہیں گی۔ مگر اس پر مداومت شرط ہے، ناغہ نہ ہو، اگر ممکن ہو تو اخیر رات میں ورنہ مغرب بعد یا عشاء بعد چار رکعت نفل بہ نیت دفع مصائب و قضائے حاجات پڑھیں۔

اول رکعت میں بعد سورہ فاتحہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰـنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ایک سو بار۔

دوسری رکعت میں بعد فاتحہ رَبِّ اِنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ سو بار۔

تیسری رکعت میں بعد فاتحہ اُفَوِّضُ اَمْرِىْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ سو بار۔

چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ سو بار پڑھیں۔

سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ رَبِّ اِنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ پڑھ کر دفع مشکلات کے لیے بحضور قلب دعا مانگیں، ان شاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں عمدہ نتائج ظاہر ہونگے۔ سو کا عدد گننے کے لیے ہاتھ میں تسبیح لے سکتے ہیں، ہاتھ باندھے ہوئے نماز میں شمار کریں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۸)

نکاح میں سادگی کے لیے نوجوانوں کو خطاب

نکاح نہایت سادگی سے معمولی مہر کے اوپر تمام مسلم برادریوں میں جاری ہونا از بس ضروری ہے اگر نکاح کے مصارف رسمیہ، جوڑے، زیور، بارات اور کنبہ کا کھانا وغیرہ نکاح کے لیے مانع ہوں اور تنگدستی حارج ہو تو آپ کو خود معلوم ہے کہ یہ چیزیں غلط طریقے پر ہم مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں۔

اس زمانہ کا افلاس اور گرانی ہرگز ہرگز ان امور کی اجازت نہیں دیتیں۔ ان سب امور کو برادری سے اٹھانا از حد ضروری ہے۔ بوڑھے اور عورتیں یقیناً حارج ہوں گی۔ مگر برادری کے جوانوں کو اس غلط کاری کے خلاف مورچہ قائم کر کے برادریوں کی ان تمام ناقابل عمل رسموں کو اٹھا دینا اور ان کے خلاف جہاد کرنا نہایت ضروری ہے اگر ماں باپ اس میں حارج ہوں تو ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے۔ ہاں ان سے بے ادبی اور گستاخی نہیں ہونی چاہیے۔ ان غلط رسوم کی وجہ سے حرام کاری، اغلام، زنا، جلق وغیرہ اخلاق اور صحت کو برباد کرنے والی، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو طرح طرح کی مصیبتوں اور معصیتوں میں مبتلا کر دینے والی صورتیں پیش آرہی ہیں جس سے دین اور دنیا کی عزت و ناموس سب برباد ہوتے جا رہے ہیں۔ نوجوانوں کو غیرت میں آنا چاہیے۔ اور مضبوطی سے اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۴)

حالت جنابت میں پڑھی ہوئی نمازیں واجب الاعادہ ہیں

جو نمازیں ناواقفیت کی وجہ سے حالت جنابت (ناپاکی) میں پڑھی گئی ہیں وہ سب واجب الاعادہ ہیں۔ ناواقفیت مسلمان کے لیے اس ملک اور اس زمانہ میں عذر نہیں ہے۔ اسی طریقے سے جو نمازیں ناواقفیت کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں پڑھائی گئی ہیں وہ سب بھی واجب الاعادہ ہیں۔

مقتدیوں کی نماز کا بار بھی امام ہی پر ہے۔ اور اگر وہ معلوم نہیں ہیں تو امام کو اللہ تعالیٰ کے سامنے صدق دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ ان مقتدیوں کا ذمہ بری ہے۔ امام کو اپنے اور ان سب مقتدیوں کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اور اللہ کے سامنے رونا اور گڑگڑانا چاہیے۔ بجز توبہ واستغفار اور کوئی صورت نہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶)

اصحاب حقوق سے چھٹکارہ کی صورت

اصحاب حقوق کی مالیت کی مقدار میں خیرات کی جائے اور نیت یہ ہو کہ اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچے اور ان لوگوں کے لیے دعاء اور استغفار کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے انعامات ان کو دے کر مجھ سے راضی کرا دے۔ تا کہ وہ اپنے اپنے حقوق معاف کر دیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶)

وفیات

۱۔ جامعہ مظہریہ حسینیہ (جھہان سومرو سندھ) کے طالب علم سعید بھٹی کے دادا جان

۲۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب

۳۔ آٹھ کوٹھ (گجرات) میں قاری حاکم علی چار یاری صاحب کے قریبی ساتھی حضرت مولانا قاری عبدالحی صاحب

۴۔ خویشگی بالا (نوشہرہ) میں جناب رحمت علی و عظمت علی کے والد اور قاری حاکم علی چار یاری کے سسر رحم داد صاحب اور

۵۔ کپتان غلام محمد صاحب کی والدہ صاحبہ سرکال مائیر (چکوال) میں ۱۳ رفروری کو رضائے الٰہی سے وفات پا گئیں تھیں ان کی نماز جنازہ امیر مرکزیہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر صاحب نے پڑھائی۔

قارئین کرام سے جملہ مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

احقاقِ حق

قسط:۲

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلکِ اعتدال

مولانا مجیب الرحمٰن مدظلہم [ڈیرہ اسماعیل خان]

(۶)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فیصلہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انتہائی پرہیزگار، متبع سنت مشہور تھے، ان معرکوں سے کنارہ کش رہے، کسی کا ساتھ نہ دیا، لیکن وفات سے پہلے انہیں ایک بات کا افسوس تھا۔ کس بات کا؟ اس بات کا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا اور اُن کے مقابل لوگوں سے نہ لڑا، فرما رہے تھے: "ما آسی علی شیء إلا أنی لم أقاتل مع علی الفئة الباغية. [مجمع الزوائد: ۴۸۷/۷، طبرانی بسند صحیح، الاستیعاب: ۱۶۸/۲]...... مجھے صرف اسی بات کا افسوس ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر باغی جماعت سے لڑائی نہ کی۔

دیکھیں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا جلیل القدر صحابی ابن صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات کو باغی جماعت قرار دیتے ہیں، اور اس بات کا صاف اظہار کر رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی، اُن کے ساتھ مل کر مجھے اور سب کو مقابلین سے لڑنا چاہیے تھا، اور یہ تب ہے جب مقابل حضرات غلطی پر ہوں، ورنہ اگر اُن کی کنارہ کشی درست تھی تو درست پہلو اختیار کرنے پر افسوس کیوں ہوا؟ اور اگر دونوں جماعتیں صواب (یعنی درست رائے) پر تھیں تو ایک جماعت کی حمایت نہ کرنے اور دوسری جماعت سے نہ لڑنے پر افسوس کیسا؟ یعنی گو کہ لڑائی ہونے سے پہلے اور لڑائی ختم ہونے تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی ایک کی حمایت میں شبہ تھا، مگر بعد میں اُن پر ظاہر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور درست رائے پر اور مقابل حضرات خطائے اجتہادی پر تھے۔ مزید سنیے!

(۷)......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی رائے:

یہی حال حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ہوا، وہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھے، لیکن وہ بھی کنارہ کش رہنا چاہتے تھے، مگر والد نے انہیں اس جنگ میں شرکت پر مجبور کیا اور ان کے والد خود بھی شریک ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھے، گو والد کی اطاعت میں شریکِ جنگ ہوئے لیکن عملاً لڑائی میں حصہ نہیں لیا، گویا صرف ایک فرد کا اضافہ کیا، تلوار، تیر کوئی ہتھیار

استعمال نہیں کیا، وفات سے پہلے اس پر توبہ استغفار کرتے تھے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات کے ساتھ ہو کر لڑائی میں شرکت کیوں کی؟ فرماتے:

"واللہ ماضربتُ فیھا بسیف ولا طعنتُ برمح ولا رمیتُ بسھم ولوددتُ انی لم احضر شیئا منھا واستغفرُ اللہ عزوجل عن ذلک واتوب الیہ، إلا انہ ذکر انہ کانت بیدہ الرایۃ یومئذ فندم ندامۃ شدیدۃ علی قتالہ مع معاویۃ الخ. [الاستیعاب: ۲/ ۱۰۷] ......اللہ کی قسم نہ میں نے تلوار چلائی، نہ نیزہ مارا، نہ تیر پھینکا، میں تمنا کرتا ہوں کہ کچھ حصہ نہ لیتا، اللہ تعالی سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں، ہاں! یہ ذکر کیا کہ انہوں نے ہاتھ میں جھنڈا اٹھایا تھا، تو (امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں) انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر لڑائی میں شمولیت پر سخت ندامت کی۔

مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت حنظلہ بن خویلد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ دو آدمی حاضر ہوئے، اُن کا جھگڑا تھا، ہر ایک یہ کہتا کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اُن کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت قتل کرے گی، یہ سُن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ: پھر تو ہمارے ساتھ کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ نے مجبوری بتائی کہ والد صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو میری شکایت کی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: "جب تک تیرا والد زندہ ہے اس کی اطاعت کرو! نافرمانی نہ کرو۔" تو والدؓ کے اصرار پر میں تمہارے ساتھ شامل ہوا ہوں، لیکن میں لڑتا نہیں ہوں۔ [مجمع الزوائد: ۷/ ۲۹۰، ح: ۱۲۰۶۳]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جنگ صفین سے متعلق شروع سے ہی سمجھتے تھے کہ حدیث فئہ باغیہ کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اجتہادی غلطی پر ہے، مگر والد چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے اور انہوں نے مجبور کیا تو یہ بھی شامل ہو گئے۔ مگر لڑائی پھر بھی نہیں کی۔

شارح بخاری شریف امام ابن بطال علی بن خلف بن عبدالملک (متوفی ۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

"وروی سفیان عن یحیی بن ھانیء انہ قال لعبداللہ بن عمرو علیٌّ کان اولی او معاویۃ؟ قال: علیٌّ! قال: فما اخرجک؟ قال: إنی لم اضرب بسیف ولم اطعن برمح ولکن رسول اللہ ﷺ قال اطع اباک، فاطعتہٗ. [شرح صحیح البخاری لابن بطال: ۱۰/ ۲۲، طبع

مکتبۃ الرشد ریاض] یحیٰ بن ہانی کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے پوچھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ (مدد کے) زیادہ مستحق تھے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؟ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ! میں نے پوچھا: پھر آپ کو کونسی چیز نے (مقابلہ میں) نکالا؟ فرمایا: نہ میں نے تلوار ماری، نہ نیزے کا وار کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ والد کا حکم مانا کرو تو میں نے والد کا حکم مانا۔

(۸)......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو کے والد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی جنگ جمل میں سمجھ گئے تھے کہ: ہماری جماعت سے غلطی ہوئی ہے، چنانچہ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے لڑنا چھوڑ دیا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ ہماری جماعت حدیث فئہ باغیہ کے مطابق باغی بنی ہے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ مجتہد تھے اور اجتہاد میں اپنے آپ کو صدقِ دِل سے حق پر سمجھ رہے تھے، اِس لیے تاویل اختیار فرمائی اور اُن کو الزامی جواب دیتے ہوئے فرمایا: عمار کو ہم نے قتل کیا ہے؟ نہیں! حضرت علی اور اُن کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے کہ ہمارے نیزوں کے سامنے لے آئے، تو جو لے آئے وہی قاتل ہیں، اگلی روایت میں اِس کی تفصیل آرہی ہے۔

(۹)......حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی سمجھا کہ جس جماعت کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ غلطی پر ہے، چنانچہ محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لما قتل عمار بن یاسر، دخل عمرو بن حزم علی عمرو بن العاص فقال: قُتِلَ عمار، وقد قال رسول اللہ ﷺ: تقتله الفئة الباغية. فقام عمرو بن العاص فزعاً یرجع حتی دخل علی معاویة، فقال لهٗ معاویة: ما شانك؟ قال: قُتِلَ عمار، فقال معاویة: قد قُتِلَ عمار، فماذا؟ قال عمرو: سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول: تقتله الفئة الباغية. فقال لهٗ معاویة: دحضت فی بولك، أنحن قتلناه؟ إنما قتله علیّ وأصحابهٗ، جاء وا به حتی القوه بین رماحنا أو قال: بین سیوفنا. [مجمع الزوائد ۷/۲۸۵، ۲۸۶، ح: ۱۲۰۰۴۹]

"جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: اُس کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ (تو فرمانِ نبوی کی روشنی میں ہماری جماعت

باغی ہوئی) تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گھبرا کر واپسی کا ارادہ کرتے ہوئے اُٹھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوگئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ فرمایا: عمار مارے گئے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمار مارے گئے ہیں تو کیا ہوا؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اپنے پیشاب میں پھسلے، کیا ہم نے اُس کو قتل کیا ہے؟ حضرت علی اور اُن کے ساتھیوں نے اس کو قتل کیا، اُنہوں نے ہی لا کر اُسے ہمارے نیزوں یا تلواروں کے سامنے ڈال دیا۔“

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب اُن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاویل کا علم ہوا تو اُنہوں نے اِس تاویل کو نا قابل قبول قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: پھر تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل رسول اللہ ﷺ ہوئے کہ آپ ﷺ اُن کو جہاد میں لے گئے۔ [فیض القدیر: ۶/۳۶۷]

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عمرو بن حزم اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اپنی جماعت کو غلطی پر سمجھ لیا، اور یہ کہ وہ حدیث **فئہ باغیہ** کا مصداق بن رہے ہیں، اگرچہ اکابرین جماعت نے اِس حدیث کی تاویل فرمائی۔ لیکن وہ اس تاویل سے مطمئن نہ ہوئے۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل ہونے والے اِن جیسے حضرات نے اپنی جماعت کی غلطی سمجھی اور گویا اپنی شرکت پر نادم ہوئے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے حضرات میں سے کسی ایک نے بھی دورانِ جنگ یا بعد یہ نہیں کہا کہ: ”ہم خطا پر تھے۔“ اور نہ ہی کوئی اس لڑائی میں اپنی شرکت پر نادم ہوا۔

اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کے بارے میں کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا امام مجتہد نے ایسا کوئی تبصرہ نہیں کیا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ اُن حضرات سے خطائے اجتہادی ہوئی، اور مقابل گروہ حق پر تھا۔ بلکہ اِس قسم کے تبصرے صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کے متعلق کیے گئے، کیونکہ احادیث طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال سے یہی ظاہر ہے۔

تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کی رائے:

(۱)..... حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی رائے:

اُن سے متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قیل لابراهیم النخعی مَن کان أفضل علقمة أو الأسود؟ فقال: علقمة؛ لأنه شهد صفین وخضب سیفه بها. [عمدة القاری: ۲۸۶/۲۴، کتاب الفتن] حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا علقمہ واسود میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا: علقمہ افضل ہے کیوں کہ وہ جنگ صفین میں شامل ہوئے اور اپنی تلوار خون سے رنگین کی۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل تھے، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اُن کی شمولیت کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات سے لڑنے کو سراہ رہے ہیں، جس کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کی رائے کو درست سمجھتے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کو خطائے اجتہادی پر مانتے ہیں۔

(۲)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے:

حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ماقاتل احد علیًّا إلاو علیّ أولی بالحق منه. [بغیة الطلب فی تاریخ حلب :۲۹/۱] جس نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔

سالم بن ابی سالم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اہل شام ہم سے کیوں بغض رکھتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں معلوم، فرمایا: لأنا لو حضرنا صفین کنامع علیّ علی معاویة. [بغیة الطلب :۲۹/۱] اس لیے کہ (ہم کہتے ہیں کہ) اگر ہم جنگ صفین میں موجود ہوتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے۔

علامہ ابوالشکور سالمی رحمہ اللہ نے یہ قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

لأنا نعتقد بأنا لو کنا حضورا لکنا نعین علیًّا علی معاویة، و نقاتل معاویة لأجل علی رضی الله عنهما. [التمهید: ۱۸۲، ۱۸۳] اس لیے کہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر ہم موجود ہوتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑتے۔

لاریب اس فرمان کا مطلب یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء ہوگئی، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی۔

ابطالِ باطل　　قسط ۵۱

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

(تحریفِ قرآنِ مجید کی ضمنی بحث)

گزشتہ شمارہ میں ہم نے حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ کی کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کی کتاب ''ہدیۃ الشیعہ'' کی عبارات سے جناب جوادی صاحب کے دل میں پیدا ہونے والی ایک خوش فہمی کا تفصیلا ازالہ کیا تھا۔ کیونکہ جب کوئی بات کسی مصنف و محقق عالم یا قائل کے وہم و گمان میں نہ ہو، اُس سے خوش گمانی کی راہ نکال کر اپنے جھوٹے اور خانہ ساز عقیدہ پر پردہ ڈالا جا رہا ہو تو پھر اس کا سدِ باب ضروری ہوتا ہے۔ سو ہم نے اس کا التزام کیا اور بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا یہ سفر جاری ساری ہے۔ اسی طرح مخاطب موصوف حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین ؒ کے والد گرامی ابو الفضل حضرت مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر ؒ کی کتاب سے ایک عبارت کا نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''قاضی صاحب کے والد قاضی کرم دین دبیر صاحب کی کتاب ''تازیانہ سنت'' طبع قدیم و جدید ہر دو ہمارے پیشِ نظر ہیں۔ موصوف اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ''اب پھر ہم اصل مقصود کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعہ کے اس باطل عقیدہ کی تصدیق، کہ قرآن موجودہ صحیح الترتیب اور متروک الآیات ہے ہرگز آئمہ معصومین نے نہیں کی، بلکہ ہمیشہ سے یہی کامل و مکمل قرآن (مجید) سمجھا گیا ہے۔ (تازیانہ سنت صفحہ ۳۲، مطبع سراج المطابع جہلم طبع اوّل ۱۳۳۰ھ طبع قدیم اور صفحہ ۸۳ طبع جدید میں بطور نتیجۂ بحث شیعہ روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
>
> اب ان روایات میں بڑی صراحت سے تسلیم کر لیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید ہی وہ قرآن ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا اور جو لوگ اس میں تغیر و تحریف کے قائل ہیں وہ جمہور امامیہ کے خلاف لا یعبا بہ قلیل اشخاص ہیں۔ ان مذکورہ بالا اعتراضات سے درج ذیل امور نکھر کر سامنے آئے ہیں۔

اول: یہ کہ آئمہ علیہم السلام کی احادیث مبارکہ اسی بین الدفتین موجودہ قرآن مجید ہی کے متعلق ہیں اور اسے ہی کامل واکمل قرار دیتی ہیں۔

دوم: احادیث معصومین سے عیاں ہے کہ موجودہ قرآن ہی اصل ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہی قرآن موجود تھا۔

سوم: یہ کہ جمہور علماء شیعہ اسی قرآن کو کامل ومکمل سمجھتے ہیں تو ازرہ انصاف بتایئے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور قاضی کرم دین صاحب نے صاف صاف تسلیم نہیں کرلیا کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کی روایات اسی قرآن کریم کو مکمل کہہ رہی ہیں؟ نیز اسی سلسلے میں قاضی کرم دین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغہ سے اس بات کی تائید میں ایک ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ **وهذا القرآن انما هو خط مسطورٌ بين الدفتين** اور وہ یہی قرآن موجودہ ہے جو بین الدفتین مسطور ہے۔ اب قاضی مظہر و تونسوی ہر دو صاحبان کا کذب وافتراء کھل کر سامنے آگیا ہے۔ افسوس ناک اور حیران کن بات یہ ہے کہ شیعہ دشمنی میں تونسوی صاحب تو اس قدر بڑھ گئے کہ آئمہ اہل بیتؓ پر بھی بہتان والزام تراشی سے دریغ نہ کیا۔ اب بتایئے کہ آپ کے ان اکابر میں سے کس کی بات مانی جائے؟

شاہ عبدالعزیز دہلوی و قاضی کرم دین صاحبان کی، یا تونسوی صاحب کی؟ سلفی صاحب کا یہ وطیرہ ہے کہ ماننے پہ آجائیں تو سنی سنائی بات بلاچوں وچراں مان لیں اور انکار پر اتر آئیں تو واضح و روشن حقائق کا دن دہاڑے انکار کردیں۔

(ماہنامہ افکار العارف لاہور صفحہ نمبر ۳۹ مارچ ۲۰۱۴ء)

تبصرہ

جوادی صاحب بلاوجہ طفلانہ باتیں چبا رہے ہیں، جبکہ خود بھی جانتے ہیں کہ وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ نہ ان کے مذہب سے کوئی مطابقت رکھتا ہے اور نہ ہی اُن کے ضمیر سے کوئی ملاپ رکھتا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ محض قارئین کو اندھیروں میں رکھنے کے لیے سرِ عام اپنے عقائد کا خون کر رہے ہیں۔ ہم نے اُن کی مذکورہ گفتگو کی مکمل عبارت درج کی ہے۔ اب جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اَوّلاً: آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ سے لے کر مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر اور مولانا عبدالستار تونسوی تک کبھی کی بات مان لیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ یہ سب کے سب آپ کی اپنی

کتابوں سے عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ اہل تشیع تحریفِ قرآن مجید کے قائل ہیں اور تحریف کی سینکڑوں روایات کتب شیعہ میں موجود ہیں، جسے سنی وشیعہ سارے علماء خوب جانتے ہیں۔ ہاں ضرورتاً تقیہ کے سہارے امامی علماء ہڑ ونگے لگاتے پھریں تو اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے؟ ہمارے اکابرین اہل سنت کہتے ہیں کہ آئمہ اہل بیت سے جو تحریف کی روایات منسوب کی جاتی ہیں۔ یہ نسبت سو فیصد غلط ہے۔ کیونکہ وہ اسی قرآنِ مجید کو مکمل مانتے تھے۔ ہاں اہل تشیع نے جو تحریف قرآن مجید کا عقیدہ ایجاد کیا ہے تو اس کا وبال انہی کے سر پر ہے۔ حضرت علامہ تونسوی رحمہ اللہ کی بات کا بھی بالکل یہی مفہوم ہے۔ اور ان سے پہلے مولانا قاضی کرم الدین دبیر کا بھی! جوادی صاحب کیچڑ پہ چاندی کا ورق لگا کر زیادہ دیر تک دھوکا نہیں دے سکتے۔ کیونکہ آپ کو ''تازیانہ سنت'' کی ایک جامع بحث میں سے صرف وہ عبارت کارآمد نظر آئی جس میں پڑھنے والوں کو کسی قدر احتمال میں رکھا جاسکتا تھا جبکہ کوئی بھی باشعور انسان جب مکمل سطور پڑھے گا تو وہ شک وشبے کا شکار نہیں ہوسکے گا۔ مثلاً مولانا دبیر رحمہ اللہ ''تازیانہ سنت'' ہی میں لکھتے ہیں:

> ''اس میں شک نہیں ہے کہ حضرات شیعہ کا قرآنِ موجودہ پر ایمان نہیں ہے اور قرآنِ کریم کی کچھ وقعت وعزت ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی شخص حافظ قرآن نہیں ہوتا۔ سید کرم حسین شاہ شیعی ہم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جس فرقہ کا ایمان یہ ہو کہ قرآن کریم موجودہ غیر صحیح الترتیب اور ناقص وناتمام ہے اور پھر وہ مسلمان بھی رہے، یہ عجیب بات ہے...... قرآن مجید وہ صحیفہ آسمانی اور مقدس کتاب ہے کہ جس کے سامنے کفارِ عرب نے بھی سرِ تسلیم خم کردیئے یہ وہی زبردست کتاب ہے جس کو سن کر جنوں نے بھی گردنیں جھکا دیں۔ یہی وہ پاک کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خدائے برتر نے اپنے ذمہ لے کر کھلے الفاظ میں فرما دیا انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں) پھر جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ قرآن غیر محفوظ ہے، وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے کفر واسلام میں کسی کو تردد نہیں ہوسکتا۔ خلفاءِ ثلاثہؓ سے بد اعتقادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ باوجود دعوئے اسلام کے خدا کے پاک کلام قرآن کریم کو نامکمل اور اور نامعتبر سمجھنے لگے۔ حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم ایک کامل و مکمل کتاب ہے جس میں کسی بشر کو دست اندازی کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ کوئی شخص اس

میں ایک نقطہ اور شوشہ تک گھٹا بڑھا نہیں سکتا۔ اگر قرآن موجودہ ناکمل ہے تو پھر دین بھی ناکمل ہے۔ (تازیانہ سنت صفحہ نمبر ۹۷ ناشر مولانا کرم الدین دبیر اکیڈمی، لاہور ①)

نیز اس سے اگلے صفحہ پر مولانا دبیر رحمۃ اللہ علیہ شیعوں کے مصحف فاطمہ پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اب شیعہ صاحبان سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ ستر گز کا صحیفہ کہاں ہے؟ اور اس صحیفہ سے شیعہ صاحبان کو کیا فائدہ ملا؟ تیرہ سو سال گزر گئے، ابھی تک وہ صحیفہ نظر نہیں آیا۔ اور نہ اس کے علوم کی کسی شیعہ کو اطلاع ہوئی۔ پھر وہ اتنا لمبا چوڑا صحیفہ کس کام کے لیے نازل ہوا؟ کیا قیامت میں وہ صحیفہ دکھلایا جائے گا؟ اگر کہا جائے کہ وہ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر ہوگا تو ہم کہتے ہیں کہ زمانہ ماضی وحال کے شیعہ نے ایسا کون سا کبیرہ جرم کیا ہے کہ ان کو اس صحیفہ کے دیدار سے محروم رکھا گیا ہے؟ الغرض یہ سب من گھڑت احادیث ہیں جو شیعہ کو دم دلاسہ دلانے کے لیے وضع کی گئی ہیں اور آئمہ کرام اور اہل بیت نبی علیہ السلام کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔ جن کو نہ عقل تسلیم کرسکتی ہے اور نہ کوئی نقل اس کی مصدق ہے۔ ایسا ہی شیعہ کا ایک مصحف فاطمہ ہے۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۸۳)

علاوہ ازیں مولانا دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دیگر کتب'' آفتاب ہدایت'' السیف المسلول وغیرہ میں بالتصریح شیعوں کے نظریہ تحریف قرآن مجید کو درج کرکے پھر علمی دلائل سے اس کا توڑ کیا ہے۔ جوادی صاحب بچگانہ یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ تو جمہور علماء شیعہ کو منکرین تحریف قرآن مجید کہہ رہے ہیں تو اب ہم ان دو بزرگوں کی بات مانیں یا پھر تونسوی اور قاضی مظہر کی؟ یہ بات تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے اور کوئی سادہ لوح مسلمان بھی اس جھکے میں نہیں آسکتا۔ چہ جائیکہ شعوری اور علمی دنیا کو دھوکا دیا جاسکے۔

علامہ تونسویؒ اور حضرت قاضی صاحبؒ پر ہرزہ سرائی کا جواب

ہمارے مخاطب موصوف کو جب لکھنے کے لیے کوئی معقول بات نہ سوجھے تو پھر وہ متعصبانہ انداز میں بے وزن اعتراضات کا دفلہ بجا دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

① ''تازیانہ سنت'' کا دوسرا ایڈیشن کم وبیش ایک سو سال کے بعد ادارہ مظہر التحقیق لاہور نے شائع کیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ حقّی

''قاضی مظہر حسین اور عبدالستار تونسوی کے متعلق تو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ یہ دونوں حضرات تعلیمات اہل بیت اطہار علیہم السلام سے سراسر منحرف تھے۔ اسی وجہ سے مکتب اہل بیت کے پیروکاروں کو ہمیشہ بے جا تنقید کا نشانہ بنائے رکھا۔ ان حضرات نے تعصب میں آ کر شیعہ پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات لگا کر انہیں مطعون کیا۔ شیعہ کے متعلق ان حضرات کا تشدد، تعصب اور غیر عادل ہونا اظہر من الشمس ہے شیعہ کے علاوہ دیگر علمی اور تحقیقی مسائل میں بھی یہ دونوں حضرات جذباتیت اور لا اُبالی میں آ کر حق و انصاف کا خون کرتے رہے، اسی وجہ سے ان کے اپنے ہم مسلک نامور علماء نے بھی ان کی آراء کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ چنانچہ مولانا سید لعل شاہ بخاری فاضل دیوبند جو کہ دارالعلوم دیوبند میں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے ہم درس تھے، انہوں نے قاضی مظہر حسین صاحب کے مکر و فریب پر ایک مستقل کتاب ''البیان الاظہر لکشف مکائد المظہر'' کے نام سے تحریر کی۔ ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب واقعتاً قابل مطالعہ ہے۔ اسی سلسلہ میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے بیٹوں کی جانب سے مکتوب ''مولوی عبدالستار تونسوی کے نام کھلا خط'' بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں عبدالستار تونسوی صاحب نے اپنے کتابچوں میں شیعہ کتب سے عبارات قطع و برید کے ساتھ نقل کر کے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ ان کی خیانتوں پر ایک مستقل تحریر کی ضرورت ہے۔ تونسوی صاحب اپنی غلط بیانیوں اور دھوکہ دہی کی وجہ سے مذہب حق کے خلاف مناظروں میں ہمیشہ مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل گوجروی رحمۃ اللہ علیہ سے عبرتناک اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوتے رہے۔ ذلت و رسوائی ہی ان کا مقدر بن چکی تھی انہوں نے مذہب اہل بیت کے خلاف ہر ناجائز حربے کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا تو بایں ہمہ شیعہ کے خلاف ایسے شخص کی بات کس حیثیت کی حامل ہو سکتی ہے؟ مزید براں یہ کہ شیعہ کے متعلق ان ہر دو حضرات کی شہادت ناقابل قبول ہے کیونکہ شیعوں کے مدمقابل یہ حضرات فریق ہیں۔ ایک حریف کی دوسرے کے متعلق گواہی ہرگز قبول نہیں کی جا سکتی۔ شیعوں کے خلاف ان کا محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ جو صریح البطلان ہے۔ شیعوں کے متعلق ان ہر دو کا فیصلہ عادلانہ نہیں ہے۔ یہ حضرات منصف عادل تو درکنار، شاہد عادل بننے کے بھی قابل نہیں ہیں۔ قرآن مجید کا قانون و ضابطہ ہے کہ

أَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ (سورۃ الطلاق، آیت:۲)
گواہ کا عادل ہونا از حد ضروری ہے۔ یہ ہر دو اپنی پوری زندگی میں منفی پہلوؤں پر ہی لکھتے رہے، بنابریں مدمقابل دیگر مسالک کے خلاف ان کی تحریروں اور نظریات میں انجا درجے کی شدت اور جارحانہ رویہ نمایاں رہا۔ مدمقابل کے لیے تحمل و بُردباری نام کی کوئی چیز ان میں نہ تھی۔ (ماہنامہ الکار العارف لاہور، صفحہ نمبر ۴۸)

تبصرہ

ہم نے امامی موصوف کے پیٹ کی ساری آگ پیش قارئین کردی ہے چنانچہ ریکارڈ کی درستی اور قارئین کو شبہات سے بچانے کی خاطر ہم اختصاراً اس پر تبصرہ کریں گے۔

اولاً مولانا عبدالستار صاحب تونسوی رحمہ اللہ کی تقریروں اور مناظروں نے ہمارے اس خطہ میں ہزاروں لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچایا ہے۔ شہر شہر، قریہ قریہ اور بستی بستی علامہ تونسوی رحمہ اللہ کی گرج دار تقریروں نے ایک طویل عرصہ تک رفض و بدعت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کیے رکھا۔ انہوں نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اور کردار اہل بیتؓ کے شب و روز تذکار سے اہل اسلام کے دل جیتے اور اسی پاکیزہ سوچ کے ساتھ عالم فناء سے عالم بقاء کو کوچ کر گئے۔ خطابت کے علاوہ تونسوی صاحب رحمہ اللہ نے مناظروں کے میدان میں بھی بڑے بڑے رافضی علماء کے جگر لخت لخت کر دیے تھے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مولانا محمد اسماعیل گوجروی کی علامہ تونسوی صاحب سے گٹ بجتی رہی۔ ماضی قریب کی تاریخ پہ نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اسمٰعیل گوجروی صاحب نہایت مکار اور چالباز ہونے کے باوجود علامہ تونسوی صاحب کے آگے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکتے تھے۔ پھر ہمیں اس پر بھی تعجب ہے کہ موصوف گوجروی صاحب پر تفاخر کس منہ سے کر رہے ہیں؟ جبکہ وہ اہل تشیع کے ''شیخی'' گروہ سے اور موصوف خود ''خالصی'' کمپنی سے تعلق رکھتے ہیں اور ان دو گروہوں کے نظریات میں زبردست تصادم ہے۔ اس لیے اہل تشیع نے گوجروی صاحب کے خلاف کتابچے اور کتابیں لکھنے تک ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ باقاعدہ عدالتوں میں مقدمات بھی چلتے رہے اور ۱۹۷۶ء میں جب روڈ ایکسیڈنٹ میں وہ فوت ہوئے تو تب بھی وہ اپنوں کے خلاف ایک مقدمہ کے سلسلہ میں چنیوٹ جا رہے تھے۔ یہ ساری تفصیل پڑھنے کے لیے ہماری تصنیف ''تذکرہ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ہمیں اس بات پہ شکوہ نہیں ہے کہ جوادی صاحب مولانا محمد اسمٰعیل کو فوقیت کیوں دے رہے ہیں؟ یہ اُن کا حق

ہے کیونکہ باہم شدید مخالفت کے باوجود گوجروی صاحب بہر حال شیعہ عالم تھے تو شیعوں سے ہم یہ حق کیسے چھین سکتے ہیں کہ وہ اپنے اکابر کی توصیف نہ کریں؟ لیکن حریف کو زیر کرنے کے لیے بے دریغ جھوٹ، تعصب، تعنت، اُلٹی سیدھی زقندیں اور گپ زنی نہایت نامعقول حرکت ہے۔

تقریروں اور مناظروں کے بعد علامہ تونسوی رحمہ اللہ کا تیسرا محاذ قلمی تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے باقاعدہ مربوط تو کوئی کتاب تصنیف نہ کی، لیکن اپنے مناظروں کی روداد یں، اور مختصر کتابچوں میں مذہب اہل سنت والجماعت کو عام فہم انداز میں عوام تک پہنچایا ہے، قطع و برید کا الزام ان پر بالکل طفلانہ ہے۔ ہم اپنے اسی سلسلۂ بحث میں لاتعداد مقامات پر جوادی صاحب کی یہ چوری پکڑ چکے ہیں کہ وہ ادھوری اور سیاق وسباق سے ہٹ کر عبارات پیش کر کے اپنے مردہ گھوڑے میں جان ڈالنے کی بے معنی کوشش کرتے رہتے ہیں اور بارہا انہیں اس پر خفت بھی اٹھانا پڑی ہے مگر اللہ رے بے شرمی کہ وہ اُلٹا ہمارے بزرگوں پہ عبارات کی قطع و بُرید کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ باقی اہل علم کی کتابیں کوئی آسمانی صحیفے نہیں ہوتے کہ جو خطاء سے مبّرا ہوں۔ وہ انسانی دماغ اور ہاتھ کا نتیجہ ہوتی ہیں، ان میں اگر کوئی تسامح اور غلطی ہوتی ہے تو دوسرے اہل علم اُن پر نقد کر کے توجہ دلا دیتے ہیں اور یہ سلسلہ صدیوں سے ہی چلا آرہا ہے۔ نیز مخاطب موصوف کا یہ الزام کہ ''تونسوی صاحب اور قاضی صاحب جذباتیت اور لا ابالی میں آ کر حق وانصاف کا خون کرتے تھے'' نہایت مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ دنیا میں جتنے بھی ادیان و مذاہب رائج ہیں اُن میں واحد فرقہ شیعہ ہے جو جذبات کے کرنٹ سے زندہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑا شیعہ عالم اپنی تقریر کے آخری دس منٹ میں سر سے عمامہ اُتار کر اور رونے والا نقلی منہ بنا کر ''مصائب'' بیان کرنے کی آڑ میں اہل بیت کی مظلومیت بیان کر کے خوب جذباتی ماحول پیدا کرتا ہے اور منہ مانگی فیس دراصل اُنہی آخری دس منٹ کی ہوتی ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ رونا ایک طبعی چیز ہے اور بطور فن رونا رُلانا امامی علماء کا مخصوص شعار ہے، مگر ہماری تحقیق اور مشاہدے کے مطابق مولانا محمد حسین ڈھکو اور جناب جوادی صاحب کا شمار ان شیعہ لوگوں میں ہوتا ہے، جنہیں بالکل رونا نہیں آتا اور وہ رونی صورت بنا کر بہت بھدے لگ رہے ہوتے ہیں۔ بہرکیف جتنا جذباتی اور لا اُبالی پن بطور فرقہ ''شیعیت'' میں ہے وہ کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ بایں ہمہ وہ علماء اہل سنت جیسے معتدل، متفکر اور علمی ذوق رکھنے والوں کو اس طعن سے مطعون کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ اگر مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ اور مولانا قاضی مظہر

حسین رحمہ اللہ جیسے اکابرین متشدد ہوتے تو آج شیعہ و سنی دونوں فرقوں سے وابستہ لوگ ناقابل بیان خسارہ اٹھا چکے ہوتے۔ یہ بزرگ بہت معتدل اور متحمل مزاج تھے۔ البتہ اپنے نظریہ اور موقف میں چٹان کی طرح مضبوط تھے۔

ثانیاً: ہمارے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی خدمات عالیہ بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ خاندان کے خاندان اُن کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر شیعیت سے تائب ہوئے۔ ردِّ رفض اور منقبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن کا موروثی مشن رہا اور اب ان کے خانوادہ اسی کاز پر قائم و دائم ہیں۔ اپنے مسلک یا مذہب میں الحمدللہ انہیں ''قائد'' کا مقام حاصل رہا اور دور دراز کے اکابرین و اصاغرین اُن کی مشاورت سے دینی امور سرانجام دیتے رہے۔ مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری مرحوم نے اگر کسی انفرادی یا ذوقی مسئلہ پر حضرت اقدس رحمہ اللہ کے متعلق کوئی بات لکھی ہے تو اس سے جناب جوادی صاحب کی لڑھکتی رافضیت کو بھلا کیسے سہارا مل سکتا ہے؟ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرعی عظمت، فسق یزید یا روافض کی گمراہیوں پر شاہ صاحب کا وہی عقیدہ تھا جو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کا تھا۔ استخلاف یزید، بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جامع الاراء فی مراتب الخلفاء، اظہار حقیقت پر بصیرت افروز تبصرہ، ولایت علی رضی اللہ عنہ، الحنفین المکزمین، اکلام الموزون، عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم، الشیخین المعظمین، اور السبطین السعدین وغیرہ ان کی نہایت علمی اور قابل قدر تصانیف ہیں، اب حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے علمی اختلاف اور غیر مطبوعہ کتاب ''البیان الاظہر'' کی حقیقت اور رافضیت کے حوالہ سے اُن کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)

انتباہ!

گزشتہ کئی ماہ سے ماہ نامہ ''افکار العارف'' لاہور کے امامی ترجمان متعلقہ ابحاث کو چھوڑ کر غیر متعلقہ موضوعات پر خامہ فرسائی کر رہے ہیں۔ یہ نہ صرف خلط مبحث اور خلاف اصول مناظرہ ہے، بلکہ واضح راہِ فرار ہے۔ اس لیے ہم مذکورہ ماہ نامہ کی انتظامی کمیٹی سے اپنے مضمون نگار کو موضوعِ سخن کی جانب متوجہ کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ماہ نامہ ''حق چار یارؓ'' ہر دور میں اختلافی مباحث کو تحقیق و اصول کی بنیاد پر جاری رکھنے کا متمنی رہا ہے۔ شکریہ (ادارہ)

[کنزِ مدفون]　　ترتیب و املاء: مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مکاتیبِ قائد اہل سنت

(مسلسل)

نوٹ: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض خطوط معاصرین کے اور بعض مسترشدین کے نام ہیں، مریدین کے نام اصلاحی مکاتیب چونکہ تربیت کے حوالہ سے ہوتے ہیں۔ اور تربیتی دور میں سالکین کو اپنے شیخ سے زجر و توبیخ بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جو خطوط سالکین و مریدین کے نام ہیں، ان کو شائع کرتے وقت مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا جائے گا اور حسبِ ضرورت بعض جگہ الفاظ کو حذف بھی کیا جائے گا البتہ جو حضرات اپنے نام سے ہی شائع کروانے پر راضی ہوں، تو ان کی رضا معتبر ہوگی اور ان کے نام سے ہی وہ خط شاملِ اشاعت ہوگا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جس کے نام حضرت قائد اہل سنت کا کوئی خط موجود ہو تو وہ اصل یا صاف ستھری فوٹو کاپی ارسال فرما کر اس کارِ خیر کا حصہ بنیں۔ (ادارہ)

بنام مولانا حافظ محمد الیاس رحمہ اللہ

مؤرخہ X X

(۱۳۴) جناب محترم مولانا محمد الیاس صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ۔ طالب خیر بخیر ہے۔ ۲۷ر جولائی بروز ہفتہ شوریٰ کے اجلاس میں ان شاء اللہ حاضر ہوں گا۔ جمعہ پڑھا کر کوشش کروں گا کہ رات کو ہی لاہور پہنچ جاؤں۔ دفتر میں سیدھا جاؤں گا۔ کیونکہ قبل از وقت علماء کرام سے مشاورت بھی کرنا ہوگی۔ اجلاس کے ختم ہونے پر واپسی جلد اس لیے ضروری ہے کہ ۲۸ سے ہمارا علاقہ میں تبلیغی دورہ شروع ہو جائے گا۔ آپ اور دوسرے احباب صبح نماز کے بعد ہی تشریف لے آئیں تو شاید ملاقات کا موقع مل سکے۔ حافظ محمد طیب صاحب کو بھی اطلاع دے رہا ہوں۔ احباب کی خدمت میں سلامِ مسنون۔ والسلام

۲۴ راپریل ۱۹۵۹ء

(۱۳۵) برادر محترم زید مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مولوی صاحب معلم تا حال نہیں پہنچے۔ عنقریب آنے والے ہیں۔ ان شاء اللہ۔ چکوال کا جلسہ یکم، ۲، ۳ رمئی کو جو طے ہوا تھا، وہ ملتوی کردیا گیا ہے اب ان شاء اللہ جون میں ہوگا۔ دراصل انہی تاریخوں میں جامعہ قاسم العلوم ملتان کا جلسہ ہونے والا ہے اور وہاں میرا ارادہ حاضر ہونے کا ہے۔ محمد نسیم نے اگر آنا ہو تو انہی دنوں میں لے آئیں۔ باقی خیریت ہے۔ احباب سے سلام عرض کردیں۔ والسلام

---

۱۷ ردسمبر ۱۹۵۸ء

(۱۳۶) برادر محترم حافظ صاحب زید مجدہم علیہ السلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! عنایت نامہ ملا، بندہ بخیریت ہے۔ غفلت کی وجہ سے خط کا جواب نہ لکھ سکا۔ مولوی غلام یحییٰ صاحب نے بھی آپ کے خط کا ذکر کیا تھا۔ اکابر کی موجودگی میں اس بندۂ ناکارہ سے اس قسم کا تعلق قائم رکھنا تعجب خیز ہے۔ یہ آپ کی محبت اور حسن ظن ہے ورنہ اہل علم کی راہنمائی کرنے کی بندہ میں اہلیت نہیں ہے۔ آپ مزید سوچ لیں اور تین دن استخارہ مسنونہ بھی کریں۔ اس کے بعد طبیعت کے میلانِ غالب سے مطلع کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسن عمل وتقویٰ کی توفیق عطا فرمائیں۔ زیادہ فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں ابتلاء کے مواقع بہت ہیں۔ جو تصور وعمل شرعاً محذور ہو اس سے احتراز کرنے میں کوشش کرنا ہی مجاہدہ ہے۔ ہمت میں کوتاہی نہ کریں۔ تلاوت قرآن مجید توجہ سے روزانہ معمول بنالیں خواہ قلیل ہی ہو۔ اور جو وظیفہ پہلے سے پڑھتے آرہے ہیں اس میں ناغہ نہ کریں۔ ذکر سے آہستہ آہستہ قلب وباطن میں رسوخ پیدا ہوتا ہے اور ذکر سے وساوس بھی کمزور ہوتے ہیں۔ وسوسہ غیر اختیاری چیز ہے اس سے استغفار کرتے رہا کریں۔ اور توجہ کسی دوسرے عمل کی طرف پھیر لیا کریں۔ حق تعالیٰ فضل فرمائیں گے۔ والسلام

---

۱۹ رفروری ۱۹۵۴ء

(۱۳۷) برادر محترم مولانا محمد الیاس صاحب سلمہ

گرامی نامہ کاشف احوال ہوا۔ رہائی کی اطلاع طالب علم محمد یعقوب نے آپ کے گھر کے پتہ پر دی تھی۔ دوسرے حضرات کی رہائی بھی بہت زیادہ قابل مسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو اپنے دینی مقاصد میں کامرانی عطا فرمائیں۔ جامعہ اشرفیہ کے جلسہ اور حضرت قاری صاحب محمد طیب مدظلہ کی تشریف آوری کی اطلاع پہلے دے دیں میں ان شاء اللہ ضرور لاہور آنے کی کوشش کروں گا۔ ایام اسارت میں بھی بفضلہ تعالیٰ صحت بہت اچھی رہی ہے اور اب بھی ٹھیک ہے۔ مدرسہ اظہار الاسلام کا کام ہو رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب مدرس ہیں اور پانچ طلبہ بیرونی بھی ہیں۔ علاوہ ازیں چند مقامی آدمی ترجمہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ میرا بیٹا محمد ظہور الحسین بھی بخریت ہے اور گلستان ومنیۃ المصلی پڑھتا ہے۔ خطیب و مبلغ ہونا بھی دینی خدمت کے لیے بہت اچھا ہے مگر آپ تکمیل درسیات کی طرف اپنی زیادہ توجہ دیں۔ فراغت کے بعد حسب ضرورت دینی تبلیغی خدمات انجام دی جاسکتی ہے۔ آپ اسباق کس مدرسہ میں پڑھتے ہیں؟ طالب علمی کے زمانہ میں اگرچہ ذکر و شغل میں انہماک ضروری نہیں لیکن کچھ نہ کچھ کرتے رہیں، بالکل غافل نہ ہوں۔ درس و خطبہ میں مسلک حق کی اشاعت کرتے رہیں تاکہ سامعین کے عقائد کی اصلاح ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مرضیات کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ تمام احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام

۱۶ر نومبر ۱۹۵۷ء

(۱۳۸) برادر مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عنایت نامہ کاشف حال ہوا۔ میں سرگودھا کانفرنس میں حاضر ہوا تھا۔ بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی۔ ماشاء اللہ کانفرنس بہت کامیاب رہی ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری مدظلہ کی خدمت میں زیادہ حاضری کی کوشش کیا کریں اور مجلس ذکر کا بھی التزام رکھیں۔ قلبی ضعف سے بھی اس مرض کا اثر زیادہ ہوتا ہے اس میں خطرہ بھی زیادہ ہے۔ مجاہدہ سے کام لیں تاکہ جلدی انسداد ہو جائے۔ بتکلف نفرت کریں اور توجہ ہٹائیں اور انابت الی اللہ بھی اختیار

کریں۔ ممکن ہو تو حضرتِ موصوف (مولانا احمد علی لاہوری) کی خدمت میں میرا سلام بھی عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں، علم حدیث کے حصول میں پوری کوشش جاری رکھیں۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔ احباب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ والسلام

---

۲۱ محرم　x

(۱۳۹) برادر مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! طالب خیر بخیر ہے۔ جلسہ بھیں پر پابندی لگنے کی اطلاع بذریعہ تار آپ کو دی گئی تھی۔ نماز جمعہ کے بندہ براستہ جہلم لاہور کے لیے روانہ ہوگا۔ حضرت درخواستی مدظلہ نے وہاں بلایا ہے۔ مولانا (عبداللطیف) جہلمی بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ اس موقع پر آپ کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ ہفتہ ۲۴ محرم کو لاہور تشریف لائیں۔ اگر حافظ محمد رفیع صاحب بھی جا سکیں تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اہلیہ کو شفاء کاملہ عطا فرمائے۔ سب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ والسلام

---

۱۶ فروری ۱۹۵۷ء

(۱۴۰) برادر محترمی سلمہٗ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! طالب خیر بخیر ہے۔ میں آج قلعہ دیدار سنگھ جا رہا ہوں۔ کل خانقاہ ڈوگراں پہنچوں گا۔ وہاں سے فارغ ہو کر ان شاء اللہ ۱۸ یا ۱۹ کو حاضر خدمت ہوں گا۔ والسلام

---

(۱۴۱) برادر مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

مورخہ..........

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! عنایت نامہ ملا، بہاولنگر جاتے ہوئے ہفتہ کو ''دفتر ترجمان اسلام'' لاہور میں دن کو قیام کرنا پڑا۔ پہلے سے یہ پروگرام طے نہ تھا۔ آپ کے متعلق دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ مرید کے گئے ہیں۔ مناظرہ کیسا ہوا؟ اللہ تعالیٰ علماء حق کو ہر جگہ منصور فرمائے۔ آمین۔

وہ تکلیف صرف اسی دن ہوئی تھی پھر شکایت نہیں ہوئی، دینہ میں ان شاء اللہ آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ میں اب بہاولنگر سے واپسی پر براستہ لائل پور چکوال جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مشکلات دور فرمائیں اور آپ کو ہم سب کو اتباع سنت، ذکر دوام اور خدمت دین نصیب فرمائیں۔ احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام

مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۵۸ء

(۱۴۲) برادر محترم زید مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عنایت نامہ ملا۔ افسوس ہے کہ ۲۱، اگست کو میں عیسیٰ خیل میں جلسہ کی تاریخ پہلے دے چکا ہوں۔ اور آپ سے پہلے ان کو وعدہ دے چکا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی کلورکوٹ وغیرہ کے جلسے بھی ہیں۔ پہلے یہی اندیشہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اس تقریب کو مبارک بنائیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب اگر تشریف لاسکیں تو زیادہ باعث برکت ہوگا۔ جمعیت علماء اسلام کے کام کے لیے وہاں فراغت میں آنا ہی مفید ہوگا۔ ۱۲، ۱۳، ۱۴، ستمبر ۱۹۵۸ء کو لاہور میں کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے حاضر ہونے سے معذور ہوں۔ ان شاء اللہ اس کے بعد جمعیت کے کام کے سلسلہ میں حاضری دوں گا۔ آپ بھی کانفرنس تک واپس ضرور لاہور پہنچ جائیں۔ زیادہ غیر حاضریاں مفید نہیں ہوتیں۔ بندہ کی دینی معذرت کو قبول فرمائیں۔ احباب سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام

☆☆☆☆☆

اہل وعیال کی سعادت مندی کے لئے دُعا

آج کل شوہر اور بیوی کے جھگڑے عام ہیں، اولاد کی نافرمانی کا اکثر لوگ شکوہ کرتے ہیں۔ مگر کوئی قرآنی علاج کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ قرآن پاک بتاتا ہے کہ زوجین اور اولاد کی نیکی، سعادت اور محبت کے لئے یہ دُعا مانگی جائے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمایئے اور ہمیں متقیوں کا سربراہ بنایئے۔ (سورۃ الفرقان: آیت 74)

پالیسی مضمون

چکوال کے ضمنی الیکشن میں ہمارے موقف کی بنیاد

مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب ☆

چکوال کے حلقہ پی پی 20 کی نشست پر 9 جنوری 2018ء کو ضمنی الیکشن کا انعقاد ہوا، تحریک خدام اہل سنت نے چوہدری حیدر سلطان کی حمایت کی جو بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوئے اور بھاری اکثریت حاصل کی۔ اس موقع پر مقامی اخبارات میں خدام اہل سنت کا حسب ذیل موقف شائع کیا گیا جواب افادۂ عام کے لیے ماہنامہ "حق چار یارؓ" میں شائع کیا جارہا ہے۔

تحریک خدام اہل سنت عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ۔ تبلیغ اور دفاع کے حوالہ سے قابل فخر تاریخ اور عہد ساز ریکارڈ رکھتی ہے۔ حقائق پیش خدمت ہیں......

پی۔ ٹی۔ آئی اور ان کے ہمنوا حالیہ ضمنی الیکشن میں مسئلہ ختم نبوت کو محض سیاسی مفادات کے حصول کے لئے آڑ بنارہے ہیں جو افسوسناک ہے۔ جبکہ پی ٹی آئی لندن کی سیکرٹری انفارمیشن نادیہ چوہدری 2013ء کے الیکشن میں قادیانی فرقہ کے سربراہ مرزا مسرور احمد سے ووٹ مانگنے گئیں۔ تحریک خدام اہل سنت نے اعلیٰ قیادت کے حلف نامے اور یقین دہانیوں کے بعد (ن) لیگی اُمیدوار کی حمایت کا اعلان کیا۔

چکوال کے حلقہ پی پی 20 کا ضمنی الیکشن [منعقدہ 9 جنوری 2018] جوں جوں قریب آرہا تھا، سیاسی گہما گہمی اور مقابلہ کی فضاء بڑھتی جا رہی تھی۔ ہمارے سیاسی کلچر میں الزام تراشی اور جھوٹا پروپیگنڈا چونکہ لازمی عنصر خیال کرلیا گیا ہے اس لئے حالیہ الیکشن بھی اس کی لپیٹ میں رہا۔ ایسے میں مذہبی الزامات بلکہ مسلمان سے اس کا ایمان چھیننے سے بھی گریز نہیں کیا جارہا تھا۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی تھی کہ سیاسی مخالف کا سیاسی میدان میں مقابلہ کیا جائے۔ نہ کہ زنانہ طعن وتشنیع اور ناروا مذہبی ایشوز پیدا کیے جائیں جس سے عوام میں کنفیوژن۔ اشتعال اور تفرقہ بازی جنم لے۔

☆ مرکزی سیکرٹری جنرل تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان مدنی جامع مسجد چکوال 0543-543444

تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان نے طویل مشاورت' پاکستان مسلم لیگ (ن) کی اعلیٰ قیادت۔ ضلعی قیادت سے گفت وشنید۔ تحریری وزبانی یقین دہانیوں کے بعد جب چوہدری حیدر سلطان علی خان کی حمایت کا اعلان کیا تو پی۔ ٹی آئی سمیت بعض عاقبت نااندیشوں نے ہمارے مسئلہ ختم نبوت پر 2010ء کے پرانے احتجاج کو آڑ بناتے ہوئے شور شرابہ شروع کر دیا کہ خدام اہل سنت نے مرزائی نواز پارٹی کی حمایت کر دی ہے۔ جبکہ 2010ء کے احتجاجی پمفلٹ کے بعد کی صورتحال کو نظر انداز کر دیا گیا جو صراحتاً بددیانتی اور مسئلہ ختم نبوت جیسے مقدس مسئلہ کو اپنی سیاست چمکانے کے لئے استعمال کرنا ہے۔ جس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔

تحریک خدام اہل سنت کے اکابر کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ وتبلیغ کے لئے خدمات چڑھتے سورج جیسی ہیں۔ اور ایک دُنیا ان کا اعتراف کرتی ہے..... مرزا غلام احمد قادیانی نے جس زمانہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اسی زمانہ سے خدام اہل سنت کے اکابرین اس کے تعاقب میں رہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی سلطان المناظرین فاتح مرزائیت مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کون فراموش کر سکتا ہے جنہوں نے جہلم وگرداسپور کی عدالتوں میں مرزا قادیانی کو خوب گھسیٹا۔ چنانچہ عدالتوں نے مرزا کو جھوٹا قرار دے کر سزائیں دیں اور جرمانہ کیا۔ جس کی عدالتی کاروائی تفصیلی روئیداد کے ساتھ ''تازیانہ عبرت'' نامی کتاب میں بارہا مرتبہ چھپ چکی ہے۔ گواہی وہ معتبر ہے جو دُشمن دے۔ خود مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''مواهب الرحمٰن'' ص:133 میں مولانا کرم الدین دبیرؒ کے متعلق یوں لکھا:۔

''پھر ایک کے اندر اللہ کی قدرت میرے دُشمن کرم دین کے بارے میں ظاہر ہوگئی۔ یہ وہ شخص ہے جس نے مجھے جلانے کے لئے شعلہ دار آگ جلائی تھی اور اس کا واحد مقصد مجھے نقصان پہنچانا تھا۔ اس نے میری عزت سلب کرنے کا ارادہ کیا اور ہمارے امن کو تباہ کرنے کے لئے اور آبرو کو معدوم کرنے کا ارادہ کیا اس نے اپنی طرف سے استغاثہ گھڑا اور وکالت کے گھوڑے کے لئے چارہ تیار کیا''۔

مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ ودفاع کے لئے مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے تایا جان مولانا محمد حسن فیضیؒ بھی کمر بستہ رہے۔ چنانچہ آپ نے ایک غیر منقوط عربی قصیدہ لکھ کر سیالکوٹ کی میاں حسام الدین مسجد میں مرزا قادیانی کے ہاتھ میں پکڑا دیا کہ علم رکھتے ہو تو ترجمہ کر کے دکھا دو۔

مرزا جہنم رسید ہو گیا لیکن اس علمی قصیدہ کا ترجمہ نہ کر سکا۔

اور مولانا محمد حسن فیضیؒ کے خلاف "مواہب الرحمٰن ص: 30" میں اپنا غم وغصہ ان لفظوں میں نکالا:

اس کے بعد محمد حسن فیضی مجھے تکلیف دینے کے لئے کھڑا ہوا وہ میرا بدترین دشمن تھا۔ اس نے مجھے گالیاں دیں اور دشنام درازی کی۔ مجھے فنا کرنے اور ذلیل کرنے کی کوشش کی اور مجھ پر لعنت کی۔ یہاں تک کہ میرے رب نے اس پر لعنت کی۔

فرمایئے! مرزا قادیانی جن دو شخصیات پر دانت پیس رہا ہے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کو کس قدر ذلت واذیت سے دوچار کیا ہوگا......؟

تحریک خدام اہل سنت کے بانی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے آباء کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قادیانی ناسور کا ہر محاذ پر تعاقب کیا۔ چنانچہ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں اکابر علماء دیوبند کے شانہ بشانہ شریک رہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ چنانچہ سنٹرل جیل لاہور اور ساہیوال جیل قریباً 9 ماہ تحریکِ ختم نبوت کے سلسلہ میں جیل کاٹنے کے بعد جب آپ رہا ہوئے تو آپ کے شیخ جنگ آزادی کے ہیرو شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل الفاظ سے انہیں خراج تحسین پیش کیا:۔

"نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا حق تعالیٰ آپ کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیات اور ترقی درجات کرے۔" [مکتوبات شیخ الاسلام جلد: 4 ص: 116]

حضرت قاضی صاحبؒ نے ملک بھر میں قادیانی فتنہ کے تدارک وسدباب کے لئے تحریری و تقریری خدمات پیش کیں اور چکوال کی سطح پر تو مرزائیوں کا اس جرأت و پامردی سے مقابلہ کیا کہ آج چکوال میں مرزائی اپنی شناخت سے محروم ہیں اور اس سب کچھ کے پیچھے فقط یہ دیوانگی تھی......

ہاں نقشِ پائے ختم رُسل میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاکِ نعالِ رسول ہے

[سید نفیس شاہ الحسینیؒ]

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف نے جب 6 جون 2010ء کے اخباری بیان میں قادیانیوں کو ملک کا سرمایہ اور اثاثہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارے بہن بھائی ہیں تو

تحریک خدام اہل سنت نے 16 صفحات پر مشتمل ایک احتجاجی پمفلٹ شائع کیا اور مسلم لیگ (ن) سے شدید احتجاج اور تلہ گنگ کے ضمنی الیکشن میں ان کا بائیکاٹ کیا۔ اسی پمفلٹ کو لے کر 2018ء کے ضمنی الیکشن کے موقع پر بعض کرم فرما خدام اہل سنت کی حمایت کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں غضب خدا کا کوئی یہ سوچنے پوچھنے کے لئے تیار ہی نہیں کہ درمیان کے 8 سالوں کی ہماری کارگزاری کیا ہے.....؟ اور 2018ء کے جنرل الیکشن میں ہمارا موقف کیا تھا.....؟ اور حالیہ ضمنی الیکشن میں ہم نے کیونکر (ن) لیگ کی حمایت کی.....؟ ان بنیادی سوالات کو نظر انداز کرتے ہوئے ہماری حمایت کو قادیانیت نوازی قرار دینا انصاف کے متوالوں کے نزدیک شاید انصاف ہو لیکن حقیقت کے ہم آہنگ ہرگز نہیں یہ چند حقائق ملاحظہ کیجئے:۔

2013ء کے الیکشن سے قبل چیئرمین پاکستان مسلم لیگ (ن) محترم راجہ ظفر الحق صاحب کی خدمت میں امیر تحریک مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ' کی جانب سے ایک عریضہ اس وقت ارسال کیا گیا جب ضلع چکوال کی (ن) لیگ خدام اہل سنت سے حمایت کا مطالبہ کر رہی تھی۔

بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان ایک خالص مذہبی تنظیم ہے، جس کا مقصد دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور خصوصاً اہل سنت والجماعت کے حقوق کی پاسداری ہے۔ 1985ء سے تا حال پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حمایت کرتی رہی ہے۔ لیکن مسلم لیگ (ن) کی قادیانیت نواز پالیسیوں کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں رہا۔

حضرت قاضی صاحب مدظلہ' کے خط کے جواب میں جناب راجہ ظفر الحق صاحب نے اپنے لیٹر پیڈ پر اپنی جماعت کے چیئرمین کی حیثیت سے یوں وضاحت کی:۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا نظریہ ختم نبوت پر ایمان اسی طرح ہے جیسے مصور پاکستان' عاشق رسول' حضرت علامہ اقبال کا تھا۔ ہم عقیدہ ختم نبوت کو اسلام کی مقدس عمارت کی بنیاد سمجھتے ہیں، قرآن حکیم آخری اور مکمل حتمی پیغامِ خداوندی ہے، جس کے بعد نہ کسی نبی اور رسول کی آمد کا تصور ممکن ہے' نہ وحی کی گنجائش۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی قیادت قرآن و حدیث کے ابدی اور لازوال احکامات وعقائد پر مکمل ایمان رکھتی ہے۔

محمد ظفر الحق

چیئرمین پاکستان مسلم لیگ (ن)

16-4-2013

پارٹی چیئرمین کی مذکورہ تحریر پر اطمینان کے بعد 2013ء کے جنرل الیکشن میں (ن) لیگ کے تمام اُمیدواروں میجر طاہر اقبال، ممتاز ٹمن، چوہدری لیاقت علی خان مرحوم، تنویر اسلم سیٹھی، سردار ذوالفقار ڈلہہ اور ملک ظہور انور صاحب مرحوم سے حسب ذیل حلفیہ بیان لیا گیا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم عقیدہ ختم نبوت پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں۔ خلفاء موعودہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ کو اسی ترتیب سے برحق خلیفہ مانتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت نبی کو مومن کامل اور معیار حق مانتے ہیں۔

تحریک خدام اہل سنت کی مذہبی جدوجہد سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے مقام ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مندرجہ ذیل مطالبات کو من وعن تسلیم کرتے ہوئے ان پر عمل درآمد کرانے کے لئے بھرپور کوشش کریں گے۔

① امتناع قادیانیت آرڈیننس کو برقرار رکھتے ہوئے اس پر مکمل عمل درآمد کرایا جائے گا۔

② مرزائیوں کو کلیدی عہدوں پر فائز کرنے کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔

③ حکومت کا کوئی بھی نمائندہ (ذمہ دار) قادیانیوں کے

پروگرام میں شرکت کرے گا اور نہ ان کو غیر قانونی سپورٹ فراہم کی جائے گی۔ اگر ہماری جماعت پاکستان مسلم لیگ (ن) کے کسی فرد نے ایسی کوئی حرکت کی تو ہم مزاحمت کریں گے۔

④ ملک میں اسلامی نظام [نظام خلافت راشدہ] کو نافذ کرانے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

⑤ صحابہؓ و اہل بیتؓ آرڈیننس پر عمل درآمد کرانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

محترم قارئین! پارٹی چیئرمین راجہ ظفر الحق اور ضلع چکوال کی لیگی قیادت کی وضاحت اور حلفیہ تحریر کے بعد تحریک خدام اہل سنت کے 2013ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت کی۔ ان وضاحتوں اور حلف نامے کے بعد بھی ہمارا 2010ء والا احتجاجی ردعمل ہی ہمارا موقف رہے گا؟ اور

ہمارے کرم فرما اسے جواز بنا کر پوائنٹ سکورنگ اور سیاسی میدان میں زور آزمائی کے بجائے شوروغل کا سہارا اور حقائق کو منفی پروپیگنڈا کی دھول اڑا کر چھپاتے رہیں گے......؟ چوہدری لیاقت علی خان مرحوم کی وفات سے خالی ہونے والی نشست پر ضمنی الیکشن کے لئے ان کے بیٹے چوہدری حیدر سلطان علی خان اور ضلع کی لیگی قیادت نے رابطہ کیا تو تحریک خدام اہل سنت نے مرکزی مدنی مسجد میں ایک بھرپور اجلاس بلا کر مسلم لیگ (ن) کے اُمیدوار کی حمایت کا اعلان کیا، جس میں میجر طاہر اقبال، سردار ذوالفقار ڈلہہ کی موجودگی میں چوہدری حیدر سلطان علی خان نے حلفیہ بیان کیا کہ:۔

''میں بفضلہ تعالیٰ سنی العقیدہ مسلمان ہوں۔ نبی کریم رحمۃ للعلمین خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی دجال اور اس کے ماننے والوں [قادیانی اور لاہوری گروپ] کو مرتد اور قطعی کافر قرار دیتا ہوں۔ نیز عقیدہ ختم نبوت کے حوالہ سے کی جانے والی حالیہ ترمیم کی پُر زور مذمت کرتا ہوں اور اس کی واپسی کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر آئندہ عقیدۂ ختم نبوت۔ ناموس صحابہؓ یا کسی بھی حوالہ سے کوئی ایسی قانون سازی کی گئی جو قرآن وسنت سے متصادم ہو تو میں فی الفور حکومت سے علیحدگی کو ایمانی فریضہ اور سعادت سمجھتے ہوئے ترجیح دوں گا۔''

بتائیے! مسجد میں کھڑے ہو کر جب ایک صحیح العقیدہ مسلمان جم غفیر کے سامنے حلفاً اپنے ایمانی جذبوں اور عشق رسالت کا اتنا پاکیزہ اظہار کرتا ہے تو اسے محض ووٹوں کے حصول کے لئے قادیانی کیمپ میں دھکیلنا کونسی دینی۔ سماجی یا سیاسی خدمت ہے......؟

عرصہ ہو تنگ جذب و محبت کا جس جگہ
کب پھیل سکتا ہے وہاں وسعتِ دراز عشق

[حسرت عظیم آبادی]

محترم قارئین! مذکورہ بالا سطور میں ہم نے محض کچھ تاریخی حقائق پیش کیے ہیں۔

الحمد للہ ہمارے اسلاف نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا ہے اور قافلہ خدام اہل سنت اپنے محبوب قائد حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ کی قیادت میں متحد و متفق ہے اور عقیدۂ ختم نبوت سمیت صحابہ کرامؓ، اہل بیت، بزرگان دین اولیاء اللہ سب کے شرعی

مقام کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت بیدار...... ان شاء اللہ۔

آخر میں ہمارا جی چاہتا ہے کہ پی ٹی آئی کے دوستوں کے لئے ایک دعوت فکر چھوڑتے جائیں یہ جواب آں غزل نہیں بلکہ لمحہ فکریہ ہے۔ اُمید ہے تلخی محسوس نہ کی جائے گی۔

نادیہ چوہدری انفارمیشن سیکرٹری تحریک انصاف لندن قادیانی گروپ کے سربراہ کے پاس 2013ء کے جنرل الیکشن کے موقع پر حمایت لینے اور ووٹ مانگنے پہنچی تو ان دونوں کے مابین حسب ذیل گفتگو ہوئی جو انٹرنیٹ صارفین باآسانی سرچ کر کے ویڈیو دیکھ سکتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:۔

میرا نام نادیہ رمضان چوہدری ہے پاکستان تحریک انصاف اینڈ عمران خان سیکرٹریٹ کے ساتھ کام کرتی ہوں۔ میرا سوال یہ ہے کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ آنے والے الیکشن ہے پاکستان کیلئے آفشلی میں سمجھتی ہوں کہ جو آپ کی کمیونٹی کی (ویلیوز) ہیں اور کوالٹی اور فریڈم یہ چیزیں بہت زیادہ ریلیٹ کرتی ہیں اس تحریک کے ساتھ Over Like to Know کہ آپ کس کو ووٹ دیں گے اور کس کو ایڈریس کریں گے۔

جواب: بات یہ ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ تحریک انصاف کی چند دن پہلے عمران خان صاحب نے یہ بیان دیا ہوا تھا کہ نواز شریف صاحب اور زرداری صاحب نے باری مقرر کی ہوئی ہے وہ آئے گا یا وہ آئے گا تو یہ حال ہے سیاست کا آپ کے لیڈر کے بقول۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کس کو ووٹ دیں گے ٹھیک ہے اگر ہمارا ووٹ ہو تو ہم ہر اُس کو دیں گے جو ملک کا خیر خواہ اور انصاف پسند ہے اب آپ یہ سوال کریں گی کہ تمہارا ووٹ کیوں نہیں ہے ہمارا ووٹ اس لیے نہیں ہے کہ آپ کے (Elect Roal) لسٹ جو ہے اس میں آپ نے (Destanation) کردی ہے کہ یہ مسلم یا نان مسلم ہیں اور اُس میں باقی جو نان مسلم ہیں وہ اکٹھے آجاتے ہیں احمدیوں کو بالکل علیحدہ کر دیا اُس میں سے کہ احمدی نان مسلم لکھیں اور پھر وہ ووٹ دیں ہم کہتے ہیں (لا الہ اللہ محمد رسول اللہ) تو ہم کیوں لکھیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہم ووٹنگ میں حصہ نہیں لیتے ٹھیک جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو اُس کے بعد ہم کیوں (Declear) کریں کہ ہم غیر مسلم ہیں اس لیے For the Purpose of Law وہ الفاظ ہیں جو آپ کے لا (Law) کے 74 کے لا (Law) کہ Ahmdi - Are Declear Non Muslem۔ نان مسلم نہیں ناٹ مسلم۔ جب آپ کی تحریک انصاف بنی ہے اُس وقت میں پاکستان میں تھا اور آپ نے پوچھا تو میں بتا دیتا ہوں

ساروں کے سامنے اور میں وہاں جماعت احمدیہ پاکستان کا ناظم اعلیٰ تھا اُس وقت عمران خان صاحب نے ایک صاحب کو بھیجا میرے پاس کہ ہم نئی پارٹی بنا رہے ہیں آپ آئندہ الیکشن میں ہمیں ووٹ دیں گے؟ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ بڑے انصاف پسند ہیں اللہ آپ کو کامیاب کرے اور جہاں تک ووٹ کا سوال ہے تو ہمارے پاس ووٹ ہے نہیں کہا نہیں۔ آپ دیں تو ہم جائیں گے اسمبلی میں تو آپ کا حق ہو گا میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی کو اتنی جرأت ہی نہیں ہے مولوی کے خوف سے کہ اس قانون کو (Readeal) کرے آپ Reaedel نہیں کر سکتے جو قانون بن چکا ہے (Riate) دُوسرا یہ ہے کہ آپ پہلے اسمبلی میں آئیں آپ کی آواز ہم سنیں دیکھیں کہ کچھ ہے بھی تب ہم ووٹ دیں گے تجربہ کرنے پر (Polotion) کا پہلے بھٹو صاحب کو ہم نے ووٹ دیا تھا انہوں نے غیر مسلم بنا دیا (ہیں)۔ سوال: جو منشور ہے اس میں (فریڈم آف دی ری لی جن) مذہبی آزادی ہے۔

جواب: کس پارٹی کا منشور یہ ہے کہ پاکستانی شہری کی حیثیت سے (Destination) ہونی چاہیے کہ پاکستانی کو ووٹ دے۔

سوال: لیکن وہ تو پاور میں ہو کر رہے ہیں۔

جواب: جب آپ بھی پاور میں آئیں گے تو پھر ہم دیکھیں گے (انشاء اللہ)

جب آپ نے انصاف کیا تو ہم اگلا ووٹ آپ کو دے دیں گے۔

ABUAMMAQ701@YAHOO.COM

محترم قارئین! ہماری تحریر کا مقصد (ن) لیگ کی وکالت ہے اور نہ پی ٹی آئی کے دوستوں کی دل آزاری۔ اس لیے نادیہ رمضان کی قادیانی سربراہ سے گفت وشنید اور حکومت ملنے پر انہیں ریلیف دینے کے وعدے وعید کو ہم بلا تبصرہ شائع کر رہے ہیں۔ ووٹ کی بھوک اور بہرصورت اقتدار کی ہوس قادیانی لیڈر کے در تک لے جائے...... ایسی تبدیلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ......

خدا تعالیٰ ہمیں ذاتیات ومفادات سے بالاتر ہو کر حقائق سمجھنے اور ووٹ کی مقدس امانت اہل کو سونپنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور مملکت خداداد پاکستان کو نظام خلافت راشدہ۔ سلامتی۔ وقار اور شان نصیب ہوں۔ آمین بجاہ النبی الکریم

نئے افق

حافظ عبدالجبار سلفی

تبصرہ و تذکرہ

①

کتاب کا نام　:　سیرت سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ

مرتب　:　مولانا ابومحمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

صفحات　:　720

ناشر　:　دارالسعد لاہور 0300-6379821

خلافت راشدہ کے تیسرے تاجدار سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت و مناقب پر لکھی جانے والی کتابوں میں مذکورہ کتاب ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ مولف موصوف نے علم و دانش کے مختلف چمنستانوں سے خوشنما اور خوشبودار پھول اکٹھے کر کے ایک گلدستہ سجا دیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر روافض، خوارج، معاندین، ضالین اور کج بحث طبیعتوں نے رکیک حملے کیے ہیں۔ اہل ایمان وارباب انصاف ان کے عائد کردہ اعتراضات کو چنداں اہمیت نہیں دیتے مگر بڑی شخصیات پر اعتراض یا معترض کی حیثیت دیکھے بغیر اُن کی صفائی دینا، وکالت کرنا، مناقب جمع کرنا اور سادہ لوح مسلمانوں کو شکوک وشبہات سے بچانا علماء کرام کا دینی و مذہبی، اور علمی و اخلاقی فریضہ ہے۔ سو اس فریضے کی ادائی میں علماءِ امت نے کبھی غفلت نہیں برتی۔ حضرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ پر لکھی جانے والی زیر تبصرہ کتاب بھی اسی پاکیزہ تسلسل کی ایک سُنہری کڑی ہے۔ کتاب ہذا کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اچھا ہوتا کہ اسے دس ابواب میں تقسیم کیا جاتا تاکہ بارہ کے عدد پر خود ساختہ نظریات کے حاملین کسی مخفی خوش فہمی کا شکار نہ ہوتے۔ ان بارہ ابواب میں کئی عناوین اور مباحث بکھرے پڑے ہیں، جن میں سے ہر ایک موضوع اور بحث اچھوتی، تحقیقی اور ایمان افروز ہے۔ کتاب کی ابتداء میں چند بڑی شخصیات کی تقریظات نے کتاب کی اہمیت و افادیت پر گویا مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ مُقرظین میں مولانا سمیع الحق، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور مولانا سجاد احمد الحجابی شامل

ہیں۔ باذوق حضرات دیر نہ کریں اور جلد از جلد اس کتاب کو اپنے کتب خانوں کی زینت بنائیں۔

(۲)

کتاب کا نام : فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع

مؤلف : مولانا مفتی محمد ربنواز

صفحات : 512

ناشر : جامعہ حنفیہ شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد 0321-7837313

علمی ومسلکی اور تعبیری وتفہیمی اختلافات ہمیشہ سے ہی اہل علم میں رہے ہیں اور اہل علم نے نہایت قرینے اور سلیقے کے ساتھ اختلافی مباحث کا باہم تبادلہ کیا ہے۔ یہ تبادلۂ خیالات تصنیف کے ذریعہ سے رہا ہو یا تقریر ومناظروں کے ذریعے سے، علماء کرام اور اہل دانش وبینش نے ان اختلافات کو دلائل کی طاقت سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور بے محل اعتراضات یا بے وزن تنقیدات سے اپنا اور امت مسلمہ کا وقت ضائع نہیں کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ؒ کی مشہور زمانہ کتاب ''فضائل عمال'' نے بلامبالغہ لاکھوں بے عمل مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی دولت سے مالا مال کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا ہے اور ہزاروں غیر مسلموں کو ایمان وایقان نصیب کیا ہے۔ یہ واحد کتاب ہے جس کا علاقائی کی زبانوں میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان کی قومی زبان اردو ہے مگر صوبائی اور علاقائی طور پر مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں چنانچہ ''فضائل اعمال'' کا سندھی، پشتو اور بلوچی زبانوں میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی قومی زبان ہندی ہے، مگر وہاں علاقائی زبانیں اس قدر زیادہ ہیں کہ پہاڑی بکرے کی کھال پہ شاید اُتنے بال نہیں ہوتے۔ چنانچہ ''فضائل اعمال'' کا ہندی، راجستھانی اور کیرالوی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں اور بین الاقوامی زبانوں مثلاً عربی، انگلش اور فارسی میں تو اس کتاب کے نت نئے اڈیشن شائع ہو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں کہ اہل حدیث حضرات، جنہیں عرف عام میں ''غیر مقلدین'' کہا جاتا ہے اور خواص کے ہاں ''تارکین تقلید یا سلف بیزار'' کہا جاتا ہے، ان حضرات نے ایک عرصہ سے علمی وادبی لب ولہجہ چھوڑ کر خالص غیر پالیمانی، غیر مہذبانہ اور نہایت مجنونانہ اسلوب وروش کے ساتھ اندھا دُھند تنقید اور بے جا الزامات کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ چنانچہ مختلف کتابوں، رسالوں اور اخباروں میں

سے مولانا محمد ربنواز صاحب نے کم وبیش ان کے ۱۱۳۰ اعتراضات کو جمع کیا اور ان کے مدلل ومفصل اور عام فہم انداز میں جوابات لکھے تو زیر نظر ضخیم کتاب وجود میں آ گئی۔ مذکورہ کتاب جس علمی پائے کی محسوس ہورہی ہے اس کے پیش نظر ہماری خواہش ہے کہ اس میں مزید غور وخوض کر کے قدرے لفظی تبدیلی لائی جائے تو یہ ہر طبقے کے لیے ایک موثر ہتھیار ثابت ہوسکتی ہے۔ ایک تو جگہ جگہ لفظ ''غیر مقلد'' لکھنے سے اجتناب کیا جائے۔ کیونکہ اس سے ایک عام قاری نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا اور جو مبتلا بہ ہیں، ان کو بتانے کی ضرورت نہیں، سبھی جانتے ہیں کہ باصلاح جدید اہل حدیث ہی تقلید شخصی کے مخالف ہیں۔ چنانچہ اس اجتناب سے قوی امید ہے کہ مذکورہ کتاب اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والے جدید طبقہ اور خصوصاً نوجوان علماء وطلبہ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ علاوہ ازیں فنی لحاظ سے حوالہ جات کی تخریج واندراج پر بھی مذکورہ کتاب توجہ چاہتی ہے۔ ہم بغیر کسی بُخل کے یہ لکھنے کا حق رکھتے ہیں کہ مذکورہ کتاب احناف علماء کرام پر ایک قرض تھا، جو چکا دیا گیا۔ علماء وعوام اس کتاب کو ضرور پڑھیں اور تبلیغی جماعت سے وابستہ ہزاروں لوگ بھی اگر اسے خرید کر اپنے اپنے حلقہ کے اہل علم کو تحفۃً پیش کریں تو انہیں اپنے اس ایثار پر کوئی پچھتاوا نہیں ہوگا۔ کتاب ہذا کا کاغذ و سرورق مناسب ہے، جلد مضبوط ہے اور کمپوزنگ کافی حد تک غلطیوں سے محفوظ ہے۔

④

کتاب کا نام	:	نماز اور اس کے ضروری مسائل
تالیف	:	مولانا محمد اقبال رنگونی
صفحات	:	347
ناشر	:	ادارہ اشاعت اسلام مانچسٹر، انگلینڈ
ملنے کا پتہ	:	دار الکتاب اردو بازار لاہور، موبائل 0300-4768740

زیر نظر کتاب میں طہارت کے مسائل کو پوری چھان بین اور تحقیق کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ البتہ کتاب کا نام تجویز کرنے میں طہارت سے کام نہیں لیا گیا...... کتاب کا نام مختصر اور بامعنی ہونا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ بہرحال ہر مسلمان قیمتی اور محنت سے تیار کی جانے والی اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔ ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

قاری محمد سیف اللہ خالد مہتمم جامعہ حنفیہ اشرف العلوم ہرنولی

0300 6084240

ماہنامہ حق چار یار لاہور

رجسٹرڈ نمبر
CPL26